ازدواجی زندگی خوشگوار بنانے کے لیے منفرد کتاب
تحفۂ زوجین
افادات
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ازدواجی زندگی خوشگوار بنانے کے لیے منفرد کتاب

تحفۂ زوجین

از افادات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب

ناشر

مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی

نام کتاب ... تحفۂ زوجین
از افادات .... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
ترتیب .... حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب
اشاعت جدید ....
ضخامت ۱۴۴
قیمت ....
ناشر .... فیاض احمد 021-4594144-8352169
موبائل 0334-3432345
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ جزاءً جمیلاً جزیلاً

فہرست مضامین

باب: ۵

باب: ۵

باب : ۶

باب : ۷

باب: ۸

باب: ۹

باب ۱۰

باب: ۱۱

باب : ۱۶

باب: ۱۷

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب: ۱

میاں بیوی کے حقوق سے متعلق چند احادیث

☆... حکیم بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق یہ ہے کہ (۱) جب تم کھانا کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ۔ (۲) اور جب پہنو اس کو بھی پہناؤ۔ (۳) اور منہ کو مت مارو (یعنی قصور ہونے پر بھی منہ مت مارو اور بے قصور تو مارنا سب غلط ہے)۔ (۴) اور اس کو مت کوسو (۵) اور اس سے مت جدا ہو چھوڑ کر مگر گھر کے اندر۔ (یعنی روٹھ کر گھر سے باہر مت جاؤ)۔

(ابوداؤد)

☆... عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے پھر شاید دن کے ختم ہونے پر اس سے ہمبستری کرنے لگے۔" (بخاری، مسلم، ترمذی)

☆... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم کو عورتوں کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں تم اس کو قبول کرو، کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی۔ سو اگر تم اس کو (بالکل) سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے اور اگر اس کو اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لیے ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو" (بخاری، مسلم، ترمذی)

فائدہ: سیدھا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان سے کوئی بھی بات تمہاری طبیعت کے خلاف نہ ہو اس کوشش میں کامیابی نہ ہوگی۔ (اور اگر زیادہ پیچھے پڑ گئے) انجام کار طلاق کی نوبت آجائے گی۔ اس لیے معمولی باتوں میں درگزر کرنا چاہیے۔ نیز زیادہ سختی کرنے یا بے پروائی کرنے سے بھی عورت کے دل میں شیطان دین کے خلاف باتیں پیدا کرتا ہے۔

☆... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں اتنے میں ابن ام مکتوم (نابینا صحابی آگئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: "تم دونوں ان سے پردہ کیا کرو" ہم نے عرض کیا کہ وہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں نہ ہم کو پہچانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔" (ترمذی، ابوداؤد)

فائدہ: یہ بھی بیوی کا حق ہے کہ اس کو غیر محرم سے اپنا چہرہ و بدن نہ دکھانے دے جیسا کہ اس کو دیکھنے دے، اس میں بیوی کے دین کی بھی حفاظت ہے کہ بے پردگی کی خرابیوں سے بچی رہے گی اور اس کی دنیا کی بھی حفاظت ہے اس لیے کہ تجربہ ہے کہ کسی چیز سے جس قدر خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس سے تعلق زیادہ ہوتا ہے اور پردہ میں یہ خصوصیت ظاہر ہے اس لیے بیوی سے تعلق بھی زیادہ ہوگا اور جب تعلق زیادہ ہوگا تو اس کا حق زیادہ ادا ہوگا تو پردہ میں بیوی کے دنیا کا نفع بھی زیادہ ہوا۔

☆... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔" (ترمذی)

اس سے کتنا بڑا حق شوہر کا ثابت ہوتا ہے۔

☆... ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے گی۔" (ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی صرف نماز روزہ کرکے (کوئی عورت) یوں نہ سمجھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا۔ وہ حق پورا ادا نہیں ہوتا۔ (جب تک کہ شوہر کے حقوق بھی ادا نہ کرے کیونکہ شوہر کے حقوق ادا کرنے کا اللہ ہی نے حکم دیا ہے)۔

☆... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ایسی ہو کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہو جائے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات و مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات کر کے اس کے خلاف نہ کرے۔"
(نسائی)

خوشی اور فرمانبرداری اور موافقت کے کتنے بڑے فائدے ہیں۔

فائدہ: دین و دنیا کے فائدے پورے طور سے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب میاں بیوی میں محبت ہو اور محبت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ پھر ان حقوق کے ادا کرنے کا حکم بھی ہے۔ (بہشتی زیور) (حیاۃ المسلمین، روح ۲۸، ص ۱۹۱، ۱۹۲)

شریک کے سوا تمام امور میں والدین کی حکم عدولی یا (حکم ماننا) فرض ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ والدین کی یہ مرضی نہیں ہے کہ بیوی کو ان سے علیحدہ رکھا جائے اور منجملہ (بیوی) کی یہ مرضی ہے کہ ان سے علیحدہ رہے خواہ ایک ہی مکان میں ہو یا علیحدہ مکان میں۔ تو کس طرح کرنا چاہئے اور اس کی بابت کیا حکم ہے پہلے فرض ادا کیا جائے یا واجب۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والدین کی اطاعت ترک واجب میں نہیں اور عورت کے یہ حقوق واجب ہیں۔ پس اگر والدین ان کے ترک کو کہیں تو ان کی اطاعت نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ۲: ۵۴)

(کیونکہ حدیث میں ہے "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور بیوی کو علیحدہ مکان دینا اس کے مطالبہ کے وقت واجب ہے اور واجب کا ترک کرنا معصیت ہے لہٰذا اگر والدین اس معصیت (ترک واجب) کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ (واللہ اعلم از مرتب)

ایک ضروری فتویٰ

بیوی کے مطالبہ کے وقت اس کو ساس سے الگ گھر دینا شوہر کے ذمہ واجب ہے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا:

مرشدی ومولائی دامت فیوضہم وبرکاتہم۔

بعد سلام مسنون معروض آنکہ دو سال کے عرصے سے اپنی اہلیہ کو خانگی جھگڑوں کے سبب سے ایک علیحدہ مکان میں کر دیا تھا۔ مگر تنگدستی کی وجہ سے اخراجات بڑھ جانے کی وجہ سے والدین کی مالی خدمت زیادہ نہیں کر سکا جو والدین کی رنجیدگی (ناراضگی اور ناخوشی) کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ خرچ کی تنگی کی وجہ سے والدین کی منشا بھی یہ ہے کہ ہم لوگ ایک ہی گھر میں رہیں۔ امید ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چونکہ شرعاً عورت کو حق حاصل ہے کہ شوہر کے ماں باپ سے علیحدہ رہے اور اپنے جائز حق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر پر اس کے حق کا ادا کرنا واجب ہوگا اور واجب کا ترک معصیت ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔ لہٰذا آپ اس انتظام کو نہ بدلیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۲۵)

باب:۳

شوہر بیوی کی چیزوں میں صفائی معاملات کی ضرورت

عرب کا دستور:

اہل عرب کی عادت تھی کہ اثاث البیت (گھر کے سامان) میں سے ہر چیز شوہر اور بیوی کے درمیان ممتاز ہوتی تھی۔ عورت کی (ملک) الگ اور مرد کی الگ۔ جیسے آج کل یورپ میں ہے کہ صاحب کی چیزیں الگ ہوتی ہیں، میم صاحب کی الگ۔ صفائی معاملات کا یہ طریقہ ہمارے یہاں تھا جو اب یورپ میں ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی رواج ہو جائے تو اچھا ہے۔ (التبلیغ ص ۳۰)

شوہر بیوی کی اشیاء اور املاک علیحدہ اور ممتاز ہونا چاہیے

آج کل ہمارے لوگوں کی معاشرت اتنی گندی ہوتی ہے کہ کسی کے حق کی بھی پرواہ نہیں رہی اور جہالت کی یہ حد ہے کہ ہم کو یہ بھی پتا نہیں رہا کہ صفائی معاملات اور باہمی حقوق کے فرق کا طریقہ ہمارے یہاں کا تھا جو اب یورپ میں ہے۔

معاملہ کی صفائی یہی ہے کہ میاں بیوی کی املاک (ملکیت) ممتاز ہوں۔ مگر ہمارے یہاں تو حالت یہ ہے کہ گھروں میں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ چیز کس کی ہے اور وہ چیز کس کی ہے۔ اس کی چیز پر وہ قابض اور اس کی چیز پر یہ۔

عورت کے پاس زیور ہوتا ہے تو اس میں امتیاز نہیں کہ کون سا باپ کے گھر کا ہے اور کون سا خاوند کے گھر کا ہے، اور پھر وہ عورت کی ملک کر دیا گیا ہے یا عاریت ہے۔ اگر کوئی مرد اس کی تشخیص (وضاحت) کرنا چاہے کہ میری ملک کون سی ہے اور دوسرے کی کون سی تو اس پر بڑی لعنت ملامت ہوتی ہے اور پورے خاندان میں اسے بدنام کیا جاتا ہے کہ صاحب! ذرا ذرا سی چیز فلاں شخص الگ کرتا ہے اور اس قدر کنجوس اور اس قدر بخیل ہے کہ اپنی چیز کو کسی کا ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ نیک وہ ہے جو بالکل بدانتظام بےعقل (بےوقوف) اور مجہول ہو جس کو نہ اپنی ملک کی خبر، نہ دوسرے کی۔ (التبلیغ وعظ کساء النساء ص ۱۳۰ ج ۷)

بدمعاملگی کا انجام

پھر اس بے حقوقی کا لطف اس وقت آتا ہے جب ان میں کوئی لڑھک جائے (یعنی مر جائے)

کرے۔ بلکہ اور کے ترقی کے واسطے دے۔ یا خرچ کرنے کے لیے دے (یا عورت نے چپکے سے جوڑ لیا ہو) اس میں بلا شوہر کی اجازت کے صرف کرنا ہرگز جائز نہیں۔ یتیم کے مال کو دینا بھی جائز نہیں۔

(کسی کے ساتھ احسان کرتے یا صدقہ کرتے ہیں) بڑی شرط یہ ہے کہ وہ احسان شریعت کے موافق ہو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً بیوی کے پاس خاوند کا روپیہ ہے اور بیوی کو کسی پر رحم آجائے تو اس کو ان روپوں میں سے دینا جائز نہیں اور اگر دے دے گی تو گنہگار ہوگی۔ اگرچہ اس نے اپنے نزدیک بہت نیکی کا کام کیا ہے مگر چونکہ وہ روپیہ اس کا نہیں بلکہ شوہر کا ہے اور اس نے اجازت نہیں دی۔ یا پوچھنے کے بعد برا مانے گا (یعنی ناپسندی کے ساتھ خوش دلی سے نہیں دی) اس لیے خلاف شرع کام ہوا نہ ثواب بھی نہ ہوگا بلکہ الٹا یہ کام بڑی مذمت کا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے پر رحم کرتے ہیں اپنے گنہگار ہونے کو بھی خیال نہ کیا حالانکہ خدا کے پاس یہ بالکل قبول نہ ہوگا۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر حکم میں بہت اعتدال و انصاف کیا ہے۔

(صفائی معاملات مع آداب المعاشرت، ص۳۹۲)

شوہر سے چھپا کر رکھی جوڑی ہوئی رقم کا حکم

بعض عورتیں مرد سے چھپا کر روپیہ جوڑا کرتی ہیں اس خیال سے کہ خدانخواستہ مرد پہلے مر جائے تو یہ بعد میں میرے کام آئے گی۔ اب اگر اس کو صاف چاہتی ہیں تو یہ روپے جو اس نے رکھے تھے تو اس میں تین ۳۰ کام کر سکتی ہیں۔ پھر اگر اتفاق سے مرد پہلے مر جائے تو یہ جمع شدہ رقم خاص انہی کے پاس رہتی ہے اس کی کسی کو خبر نہیں کرتیں۔ یہ دغا ہے چھپانا جائز ہے؟ اس رقم میں ورثہ کا بھی حق ہے۔

اگر جمع کر رکھا ہو تو مرد کو اس کی اطلاع کر دو اور اس سے یہ رقم (جمع شدہ) اپنے واسطے مرض موت سے پہلے (حالت صحت میں) ہبہ کرا لو۔ اس طرح کرنے سے یہ رقم تمہاری ملک ہو جائے گی۔ ورنہ اس میں سب وارثوں کا حق ہے۔ تنہا عورت کو اس کا مالک بننا حرام ہے۔

(اسباب الغفلہ ملحقہ دین و دنیا، ص۳۹۱)

شوہر کے مال میں تصرف کرنے کے حدود

عورتیں بعض دفعہ شوہر کے مال میں تصرف کرتے ہوئے یہ سمجھتی ہیں کہ وہ اجازت دے دے گا اور بعض دفعہ وہ ناخوش بھی ہو جاتا ہے مگر بعض مرتبہ خوب سمجھ لینا چاہیے، میاں بیوی میں اچھی طرح تو تو میں میں ہوتی ہے۔

اپنے مرد سے مشورہ کر لیا کرو۔ یہ بات بڑی کام کی ہے اور اس میں بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس طرح برابر تذکرہ کرنے میں میاں بیوی میں اتحاد بڑھتا ہے اور مرد کو عورت سے محبت زیادہ ہوتی ہے کہ اس کو مجھ سے اتنا تعلق ہے کہ اپنے دل میں بھی کوئی کام بغیر میرے مشورہ کے نہیں کرتی اور اگر عورت اپنی جمع شدہ رقم کو الگ رکھ کر (اپنی ملکیت میں) اپنی رائے سے تصرف کرے تو اس صورت میں ایک قسم کی اجنبیت سی معلوم ہوتی ہے۔

اس وجہ سے میرے نزدیک حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ مال زوج مراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں (علامہ سندی کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

قال السندی. وهو عند اکثر العلماء علی معنی حسن العشرة استطابة نفس الزوج. الخ

ترجمہ: عورت کو اپنے مال میں بھی مرد سے مشورہ لینے کی ضرورت ہے تو شوہر کے مال میں (اجازت لینے کی) کیسے ضرورت نہ ہوگی۔ (اسباب الغفلۃ ملحقہ دین و دنیا: ص ۳۴۲)

☆☆☆☆☆

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے تابع

(مرد کو عورت اور عورت کو مرد سے یعنی تشبیہ بالمثل باللباس یعنی (لباس سے تشبیہ دینے میں) ایک نکتہ اور سمجھ میں آیا وہ یہ کہ لباس تابع ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مردوں کے تابع ہیں پھر لباسیت نساء (عورتوں کے لباس ہونے کا) ذکر پہلے کیا گیا ہے اس معلوم ہوا کہ تابعیت (تابع ہونے میں) عورتیں مقدم ہیں۔

یہاں سوال یہ ہوگا کہ آگے تو مردوں کو بھی عورتوں کا لباس کہا گیا ہے تو کیا وہ بھی عورتوں کے تابع ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایک درجہ میں وہ بھی تابع ہیں، لیکن ان کی تابعیت بعد میں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عورتیں تو فطرۃً اور قانوناً مردوں کے تابع ہیں اور مرد محبت کی وجہ سے تابع ہو جاتے ہیں۔ (رفع الالتباس: ص ۱۷۰)

میاں بیوی کے تعلق کی حیثیت

عورت بیشک محکوم ہے لیکن وہ ایسی محکوم نہیں ہے جیسے ماما، لونڈی، نوکر اور نوکرانی محکوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس کو مرد کے ساتھ دوستی کا بھی تعلق ہے اور اس تعلق کا خاصہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے۔ اس تعلق کے ساتھ مرد کا عورت پر وہ رعب نہیں ہو سکتا جو نوکروں پر ہوا کرتا ہے۔ مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر بھی اسی طرح رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں نہایت سنگدلی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔

صاحبو! یہ وہ تعلق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعض دفعہ ازواج مطہرات ناز میں آ کر برابر کے دوستوں کا سا برتاؤ کرتی تھیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کون ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال میں بے نظیر تھے کوئی آپ کے برابر کا نہ تھا۔ نیز اس کے ساتھ آپ صاحب سلطنت تھے سلطنت کا رعب بھی آپ میں بہت زیادہ تھا۔ (سلاطین آپ کا نام سن کر کانپتے تھے) مگر ان سب کے باوجود بیویوں پر آپ نے کبھی رعب سے اثر نہیں ڈالا بلکہ ان کے ساتھ آپ کا ایسا برتاؤ تھا جس میں حکومت اور دوستی کے دونوں پہلو ملحوظ رہتے تھے۔

تعلق حکومت کا تو یہ اثر تھا کہ ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کبھی نہ کرتی تھیں۔ آپ کی تعظیم وادب اس درجہ کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی کی عظمت بھی ان کے دل میں حضور کے برابر نہ تھی۔

میاں بیوی میں باہمی مودۃ ورحمت

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً (اور کردیا اللہ نے تمہارے درمیان آپس میں محبت وہمدردی) یہ جو فرمایا ہے کہ تمہارے درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔

میں کہتا ہوں کہ مودۃ یعنی رحمت کا زمانہ تو جوانی کا ہے اس وقت جانبین میں جوش ہوتا ہے اور ہمدردی کا زمانہ ضعیفی (کمزوری وبڑھاپے) کا ہے دونوں کا اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ ضعیفی کی حالت میں سوائے بیوی کے دوسرا کوئی کام نہیں آسکتا۔ (نصرۃ النساء، ص ۱۵۵)

مرد کے واسطے اظہار محبت زینت ہے اور عورت کو اس سے شرم آتی ہے

بعض مردوں کو اس سے بڑا شبہ ہوتا ہے کہ مرد تو اظہار محبت کرتا ہے اور عورت اظہار محبت نہیں کرتی مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تو اظہار محبت زینت ہے اور عورت کے لیے عیب ہے۔ اس کو حیا شرم مانع ہوتی ہے۔ گو اس کے دل میں سب کچھ ہوتا ہے جس کا رات دن مشاہدہ ہوتا ہے۔ (نصرۃ النساء، ص ۲۵۵)

میاں بیوی کا تعلق صرف حاکم محکوم کا نہیں محب ومحبوب کا بھی ہے

خاوند بیوی میں محض حاکم اور محکومیت ہی کا تعلق نہیں بلکہ دو تعلق ہیں ایک حکومت کا دوسرے محبوبیت کا۔ دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر کبھی ضرورت ہو تو یاد و بھی دھمکا دو بھی کوئی حرج نہیں۔ حاکم کو حاکم ہو کر رہنا چاہیے اور محکوم کو محکوم بن کر، لیکن حدود کی رعایت رکھو اور ظلم تک نوبت نہ پہنچاؤ۔ لیکن جیسے محکوم کے ذمہ حاکم کے حقوق ہیں اسی طرح حاکم کے ذمہ محکوم کے بھی حقوق ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے برتاؤ کرنا چاہیے۔

ہر حال میں ہر چیز کے حدود ہیں عورتوں کو مجبور اور کمزور سمجھ کر ظالم تو نہ بننا چاہیے بادشاہ اپنی رعیت پر حکومت کرے مگر ظلم گوارا نہیں اور یہاں میاں بیوی میں تو محض حاکم ومحکومیت کا تعلق نہیں بلکہ دو تعلق ہیں ایک حکومت کا دوسرے محبوبیت کا دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

(نصرۃ النساء، ص ۲۵۵، حقوق الزوجین، ص ۱۵۵، ۵۵)

☆☆☆☆☆

باب: ۵

شوہر کے حقوق کا بیان

شوہر کی اطاعت اور حقوق کے متعلق چند احادیث

اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بنایا ہے اور بہت بڑی بزرگی دی ہے۔ شوہر کو راضی اور خوش کرنا بڑی عبادت ہے اور اس کو ناخوش اور ناراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

۱...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عزت و آبرو کو بچائے رکھے یعنی پاک دامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری اور فرمانبرداری کرتی رہے تو اس کو اختیار ہے جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۱)

۲...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔ (ترمذی)

۳...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کے لئے کہتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے میاں کو سجدہ کیا کرے اور اگر مرد اپنی عورت کو حکم دے کہ اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر اس پہاڑ تک لے جائے اور اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر تیسرے پہاڑ تک لے جائے تو اس کو یہی کرنا چاہیے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۱)

۴...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنے کام کے لیے بلائے تو ضرور اس کے پاس آئے اگرچہ چولہے پر بیٹھی ہو تب بھی چلی آئے۔ مطلب یہ ہے کہ چاہے جتنے ضروری کام میں پھنسی ہو سب چھوڑ چھاڑ کر چلی آئے۔

۵...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے اپنے پاس اپنی عورت کو لیٹنے کے لیے بلایا اور وہ نہ آئی پھر وہ اسی طرح غصہ میں بھرا رہا تو صبح تک سب فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

۶...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی عورت اپنے میاں کو ستاتی ہے تو جو حور قیامت میں اس کی بیوی بنے گی وہ یوں کہتی ہے کہ خدا تجھ کو غارت کرے اس کو مت ستا یہ

تیرے پاس مہمان ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے گا۔

☆... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی اور نیکی منظور ہوتی ہے۔

ایک تو وہ لونڈی غلام جو اپنے مالک سے بھاگ جائے۔

دوسرے وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

تیسرے وہ جو نشہ میں مست ہو۔

☆... کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سب سے اچھی عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جب اس کا میاں اس کی طرف دیکھے تو خوش کر دے اور جب کچھ کہے تو اس کی بات مانے اور جان و مال میں کچھ اس کے خلاف نہ کرے جو اس کو ناگوار ہو۔

(ماخوذ از بہشتی زیور و حیات المسلمین)

شوہر کی عظمت اور اس کا رتبہ

اے عورتو! تم تو مردوں کے سامنے اتنی چھوٹی ہو کہ حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کے لیے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ کچھ ٹھکانا ہے مرد کی عظمت کا؟ کہ اگر خدا کے بعد کسی کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو مرد کے سجدہ کا حکم ہوتا۔ مگر اب عورتیں مردوں کی بے قدر کرتی ہیں کہ ان کے ساتھ زبان درازی اور مقابلے سے پیش آتی ہیں۔

اگر تم یوں کہو کہ صاحب مرد کے غصہ سے ہم کو بھی غصہ آتا ہے تو سمجھو کہ غصہ ہمیشہ اپنے چھوٹے یا برابر والے پر آیا کرتا ہے اور جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھا کرتا ہے اس پر کبھی غصہ نہیں آیا کرتا۔ چنانچہ نوکر کو آقا پر غصہ نہیں آ سکتا چاہے وہ اس پر کتنا ہی غصہ کرے کیونکہ میاں کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے۔

بیبیو! تم کو مرد کے غصہ سے غصہ آنا یہ بتلاتا ہے کہ تم اپنے کو مرد سے بڑا یا برابر درجہ کا سمجھتی ہو۔ اور یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے۔ اگر تم اپنے کو مرد سے چھوٹا اور محکوم (تابع) سمجھو تو چاہے وہ کتنا ہی غصہ کرتا تم کو ہرگز غصہ نہ آ سکتا تھا۔ پس تم اس خیال فاسد کو اپنے دل سے نکال دو اور جیسا خدا نے تم کو بنایا ویسا ہی اپنے کو مرد سے چھوٹا سمجھو اور اس کے غصہ کے وقت زبان درازی کبھی نہ کرو۔

(حقوق البیت، ص ۱۵)

مہذب اور شائستہ سمجھدار ہیں ان کے لیے تو بیت (گھر) کا ہی کافی ہے اور جو عورتیں غیر مہذب اور کم سمجھ بد تمیز ہیں ان کے واسطے بید (لکڑی) کا ہی ہونا چاہیے جو اچھی ضرب ہے جس سے پٹائی ہوتی ہے۔ (التبلیغ ص ۱۰۱ ج ۷)

بیوی شوہر سے افضل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ عورت کتنی ہی رتبہ والی ہو شوہر کی اطاعت ہر صورت میں لازم ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر علی الاطلاق فضیلت ہے اور عورت مرد کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ یہ غلط ہے بلکہ بعض باتوں میں مرد کے برابر ہے اور بعض باتوں میں مرد سے بڑھ سکتی ہے یعنی اعمال میں نماز روزہ کرے گی تو مرد سے زیادہ درجہ حاصل کر سکتی ہے۔

اور شریعت اللہ ورسول کے حکم کو کہتے ہیں ہم تو یوں کہیں گے اللہ ورسول کے سامنے خاوند کا حکم نہ مانا جائے گا اور اس حکم میں سب عورتیں برابر ہیں جس عورت کا پیر نہ ہو تب بھی وہی کرنا چاہیے جو اللہ ورسول کا حکم ہو۔

خلاصہ یہ کہ اللہ ورسول کا حق بیشک خاوند کے حق سے زیادہ ہے باقی اور کسی کا حق خاوند سے زیادہ نہیں۔ مگر چوں کہ اللہ ورسول کا حکم عوام کو خود نہیں معلوم ہو سکتا بلکہ علماء مشائخ کے واسطے سے معلوم ہوتا ہے تو مجازاً یہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ اور دین کی باتوں میں پیر (علماء ومشائخ) کا حق خاوند سے زیادہ ہے۔

اور اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہ ہو تو اب اس کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو بھی ترجیح نہ ہوگی۔ خاوند کا حق سب سے زیادہ ہے۔ (التبلیغ ص ۱۱۰ ج ۷)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو عورت خاوند سے زیادہ دیندار ہو اس کو خاوند کی اطاعت اور تعظیم لازم نہ رہے گی۔ بلکہ خاوند کی اطاعت اور تعظیم ہر حال میں کرنا پڑے گی۔

کیوں کہ فضیلت کی دو حیثیتیں ہیں ایک باعتبار زوجیت کے اس اعتبار سے عورت کو خاوند پر کسی طرح بھی فضیلت حاصل نہ ہوگی بلکہ اس حیثیت سے ہمیشہ خاوند ہی کو بیوی پر فضیلت ہے گو بیوی کے حقوق بھی شوہر پر ہیں لیکن خاوند کو بہر حال فضیلت ہے۔

اور ایک فضیلت دین اور اعمال کے اعتبار سے ہے سو اس میں بیوی شوہر سے بڑھ سکتی ہے اور ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس کے حسنات اور درجات زیادہ ہوں کیوں کہ اس کا عدد اعمال

پر ہے کہ اس نصیحت کی وجہ سے بیوی خاوند کی خدمت سے تنگ نہ آسکتی بلکہ خدمت ہی کرے گی۔
(اصلاح ... ص ۳۵۹ مرتبہ)

خدا اور رسول کے بعد سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے

بیبیو! خوب سمجھ لو کہ دین کے کاموں اور شرعی احکام کے سوا باقی سب کاموں میں خاوند کا حق ہر چیز سے زیادہ ہے۔ اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہ ہو تو اب اس کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو ترجیح نہ ہوگی تو خاوند کا حق اللہ و رسول کے بعد سب سے زیادہ ہے۔

خاوند اگر کسی کام کا حکم کرے اور پیر اس کو اس لیے منع کرے کہ وہ شریعت کے خلاف ہے تو اس صورت میں تو خاوند کا حکم نہ مانا جائے گا۔ بلکہ پیر کا حکم مانا جائے گا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شریعت کے حکم کو مانا جائے گا۔

شوہر کی اطاعت کی حدود اور اس کا ضابطہ

اگر عورت کا ہر معاملہ میں خاوند کی اطاعت کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ عبادت الٰہی سے محروم رہ جاتے جو انسان کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اور ہم نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت الٰہی مخلوق کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔ لہٰذا ہر جگہ اس کو مقدم رکھا جائے۔ نبی ﷺ کی حدیث شریف ہے "لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق" (خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی کسی طرح تابعداری نہیں ہے۔) یعنی کسی مخلوق کا کسی قسم کا حکم ماننا جو خالق کے حکم کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں۔

(اگر کسی کے شوہر) کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو مثلاً فرمائیں کہ نماز کو چھوڑ دو یا (نماز نہ پڑھو) یا بے پردہ کر دیا اور کوئی ایسی ہی بات کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے جب کہ وہ کام ضروری ہو (یعنی فرض یا واجب یا سنت موکدہ ہو) جس سے وہ روکتے ہیں اور اگر کسی مستحب سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔

(از ... حقوق الوالدین ص ۴۳)

آج کل بہت جگہ عورتوں کو فیشن کا بہت اہتمام ہو گیا ہے دوسری قوموں کی وضع (شکل وشباہت) بنائی ہیں بعض جگہ عورتیں خود نہیں چاہتیں مگر ان کے مرد ان عورتوں کو اس پر مجبور کرتے ہیں مگر سمجھئے "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔

پس عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کے کہنے سے ایسا لباس ہرگز نہ پہنیں کیونکہ اس میں مردوں کے ساتھ (یا غیروں کے ساتھ) تشبہ ہے۔ (حقوق الزوجین، ص ۳۴۲)

خلاصہ یہ کہ جائز اور مکروہ تنزیہی امور میں اس کی اطاعت کر سکتی ہے اور فرض واجب وسنت مؤکدہ اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔ (ازالۃ الرین)

شوہر کے حقوق کا ضابطہ

بیوی کوئی مباح (اور جائز) کام ایسا نہیں کر سکتی جس میں خاوند کی خدمت وغیرہ میں خلل پڑے۔ دنیا میں بیوی پر خاوند کا جتنا حق ہے اتنا کسی کا کسی پر نہیں۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے (متعدد احادیث ماقبل میں گزر چکی ہیں) لیکن شوہر کے ہر حکم کا ماننا ضروری نہیں۔ ہاں شوہر کا وہ حکم جس کے نہ کرنے سے اسے تکلیف ہو، اس کی خدمت کا حرج ہو۔ یا کسی کام کے کرنے سے ایسا ہو تو ضروری ہے کہ ایسے امور میں (بشرطیکہ وہ امور خلاف شرع نہ ہوں) خاوند کی تابعداری کرے اور اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے اور کسی طرح اس کے حقوق میں کمی نہ کرے۔

(ازالۃ الرین)

بیوی کے ذمہ شوہر کے اہم ضروری حقوق

☆...... بیوی کے ذمہ خاوند کی خدمت اور اس کی خواہش کو پورا کرنا لازم ہے اور فرض ہے۔

(ازالۃ الرین)

☆...... ایک حق مرد کا یہ بھی ہے کہ اس کے پاس ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہ رکھا کرے اور اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھا کرے۔ (بہشتی زیور)

☆...... ایک حق یہ ہے کہ میاں کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ عزیز رشتہ دار کے گھر نہ کسی غیر کے گھر۔ (بہشتی زیور، ص ۳۸، ج ۴)

☆...... ایک حق اس کا یہ بھی ہے کہ اپنی صورت کو بگاڑ کر اور میلی کچیلی (گندی پھوہڑ) نہ رہا کرے بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت بناؤ سنگار نہ کرے تو مرد کو مارنے کا اختیار ہے۔

مردوں کو دیندار بنانا بھی عورتوں کی ذمہ داری ہے

عورتیں دینی حقوق میں ایک کوتاہی یہ کرتی ہیں مرد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں

جانبین کے حقوق بہت ہیں اس وقت ذہن میں جو مختصر تھے لکھ دیئے۔

هذا ما اخذت من احياء العلوم وغيره۔ (امداد الفتاویٰ: ص ۱۸۶ سوال نمبر ۲۷۸)

شوہر بیوی کے حقوق کا خلاصہ

شوہر کے ذمہ یہ حقوق ہیں۔

☆...... اپنی وسعت کے موافق اس کے نان ونفقہ میں دریغ نہ کرے۔

☆...... ان کو دینی مسائل سکھلاتا رہے اور نیک عمل کی تاکید کرتا رہے۔

☆...... اس کے محارم اقارب (قریبی رشتہ داروں) سے کبھی کبھی اس کو ملنے دیا کرے۔

☆...... اس کی غلطیوں پر صبر وسکوت کرے اگر کبھی تنبیہ کی ضرورت ہو تو سط (یعنی اعتدال) کا لحاظ رکھے (زیادہ سختی نہ کرے)

بیوی کے ذمہ یہ حقوق ہیں

☆...... اس کی اطاعت اور ادب وخدمت ودلجوئی ورضا جوئی پورے طور سے بجالائے البتہ ناجائز امر میں عذر کردے۔

☆...... اس کی گنجائش سے زیادہ اس پر فرمائش نہ کرے۔

☆...... اس کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔

☆...... اس کے رشتہ داروں کے ساتھ سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے۔ بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم (اور بڑا) سمجھ کر ادب وتعظیم) سے پیش آئے۔ (حقوق الاسلام: ص ۱۴)

شوہر کی اطاعت سے متعلق چند ضروری مسائل

خاوند کی موجودگی میں نفلی عبادت کا حکم

اگر خاوند مکان پر موجود ہو تو نفلی روزہ ونماز اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

اس لیے کہ شاید اس کی خدمت میں اس کی وجہ سے کوتاہی ہو جائے۔ ہاں اس کی اجازت سے پڑھے۔ حدیث شریف میں مکان موجود ہونے کی قید آئی ہے اگر باہر ہو (سفر وغیرہ میں) تو بغیر اجازت کے بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امور (باتیں) خاوند کے حقوق میں خلل انداز ہوں ان کا کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ (ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین: ص ۸۳)

عورت اپنی مرضی سے کسی اجنبی مرد کا کام کر سکتی ہے یا نہیں؟

اگر عورت کسی غیر محرم کا بغیر سخت مجبوری کے کپڑا سیئے تو اگر وہ شخص اچھا دیندار ہے اور کوئی فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں اور اگر وہ شخص بددین اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو سینا درست نہیں بعض بدچلن لوگ سلائی (کڑھائی) دیکھ کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ (ازالۃ الرین، ص ۴۹)

جائز موقع پر مال خرچ کرنے سے منع کرے تو اس کی اطاعت واجب نہیں

اگر خاوند عورت کے مملوک مال میں جائز موقع میں خرچ کرنے سے روکے تو عورت کو اس کے حکم کی تعمیل واجب نہیں جب کہ بغیر کسی شرعی وجہ کے روکے۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ آپس میں فساد (اور نا اتفاقی) کرنا اچھا نہیں اس لیے حتی الامکان خوب موافقت سے رہنا چاہیے۔

بعض شوہر چونکہ دیندار نہیں ہوتے اس وجہ سے ایسے موقعوں پر مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے فساد (اور اختلاف) سے بچنے کے جائز اور مکروہ تنزیہی امور اطاعت کر سکتی ہے۔ ہاں فرض واجب و سنت مؤکدہ کو اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔ (ازالۃ الرین، ص ۴۸)

ایک ضروری مسئلہ

خاوند اور بیوی کا مال شرعاً جدا جدا سمجھا جاتا ہے۔ جس چیز کی خرید و فروخت اور ہر قسم کے تصرف کا حق بیوی کو حاصل ہو وہ مال اس کی ملک ہوگا اور جس مال پر اسی طرح شوہر کا تصرف ہو تو وہ مال شوہر کا ہے خلط ملط اور گڑبڑ کرنے سے اگر مال نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ وغیرہ ساقط نہ ہوگی۔ پس اگر خاوند کہے کہ میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے تو زکوٰۃ نہ ادا کر۔ تو ہرگز اس کی بات نہ مانے کیونکہ اس میں خدا کے حکم کی مخالفت ہے اور کسی مخلوق کی اطاعت اللہ کی مخالفت میں جائز نہیں لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ (ازالۃ الرین، ص ۴۷)

شوہر کے واسطے زینت اختیار کرنا شوہر کا حق ہے

شریعت کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لیے خوب زیب و زینت کرنا چاہیے اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

آج کل عورتوں کی یہ حالت ہے کہ شوہر کے سامنے تو بھنگنوں کی طرح (گندی میلی کچیلی)

رہتی ہیں اور کہیں برادری میں جاتی ہیں تو سر سے پیر تک آراستہ ہوتی ہیں اور اگر کوئی بیچاری شوہر کے خاطر زینت کرے تو اس کو کھوجاتی ہیں کہ ہائے ہائے ذرا بھی حیاء و شرم نہیں یا اپنے شوہر کے واسطے کیسے چوچلے کرتی ہے۔

افسوس جس جگہ زینت کا حکم تھا وہاں تو اس طعن ہوتا ہے اور جہاں ممانعت ہے وہاں اہتمام کیا جاتا ہے۔ جب شوہر زینت اختیار کرنے کو کہے تو دلہن کو خراب و خستہ رہنے کا کیا حق ہے۔

(خیر الارشاد والتبلیغ ص ۹۵ ج ۲)

عورتوں کی زبردست غلطی

یہ عجیب بات ہے کہ عورتیں گھر میں تو بھنگنوں اور ماماؤں (نوکرانیوں) کی طرح رہیں اور ڈولی (رکشا وغیرہ) آتے ہی بن سنور کر بیگم صاحب بن جائیں۔

ہر چیز کی کوئی غرض و غایت ہوتی ہے کوئی ان سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض و غایت کیا ہے؟ صرف غیروں کو دکھانا ہی اس کی غرض و غایت ہے؟

تعجب ہے کہ جس کے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اس کے سامنے تو کبھی نہ پہنے جائیں اور غیروں کے سامنے پہنے جائیں۔ یہ باتیں ذرا شرم کی ہیں۔ مگر ضرورت کی وجہ سے اصلاح کے لیے کہی جاتی ہیں۔

حیرت ہے کہ خاوند سے کبھی سیدھے منہ نہ بولیں کبھی اچھا کپڑا اس کے سامنے نہ پہنیں اور دوسرے کے گھروں میں جائیں تو شیریں زبان بھی بن جائیں اور کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھ چڑھ کے پہن کر جائیں۔ کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے یہ کون سا انصاف ہے؟

(دواء العیوب التبلیغ ص ۹۱ ج ۳)

ایک اہم فتویٰ

ماں باپ کی رعایت میں بیوی کو خرچ نہ دینے یا ان کو تنگ کرنے کا شرعی حکم جو امر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں اس میں ان کی اطاعت جائز بھی نہیں واجب ہونے کا تو کیا احتمال۔ مثلاً اس شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس شخص کو جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے۔

اور مثلاً بیوی کا حق ہے کہ وہ شوہر کے ماں باپ سے جدا رہنے کا مطالبہ کرے۔ پس اگر وہ

اس کی خواہش کرے اور ماں باپ اس کو ساتھ رکھنا چاہیں تو شوہر کا جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو ان کے ساتھ رہنے سے روکے۔ بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو چھوڑ رکھے۔ (مدارج الاعدادی)

عورت کو گھر میں اپنے شوہر کے سامنے سج کے رہنا چاہیے

ایک بزرگ عورت اللہ کی مقبول بندی کی حکایت

ایک بزرگ بی بی کا قصہ ہے کہ وہ ہر رات کو عشاء کی نماز کے بعد خوب زینت کرتیں، عمدہ لباس پہنتیں، زیور سے آراستہ ہو کر سرمہ لگاتیں اور اس حالت میں شوہر کے پاس آ کر ان سے دریافت کرتیں کہ آپ کو میری حاجت ہے؟ اگر وہ کہتے کہ ہاں تو ان کے پاس بیٹھ جاتیں اور اگر وہ کہتے کہ مجھے حاجت نہیں تو پھر کہتیں کہ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے خدا کے ساتھ مشغول ہوں۔ چنانچہ شوہر کی اجازت کے بعد وہ لباس اور زیور وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور سادہ لباس پہن کر تمام رات عبادت کرتیں۔

دیکھئے یہ بزرگ بی بی ایک وقت میں کیسی زینت کرتیں اور دوسرے وقت کیسی عبادت میں رہتیں۔ اب اگر کوئی زینت کے وقت ان کو دیکھتا تو یہی کہتا کہ یہ کیسی بزرگ ہیں جو اس قدر زیب و زینت کا اہتمام کرتی ہیں مگر کسی کو کیا خبر کہ وہ کس لیے زینت کرتی تھیں وہ نفس کی خواہش کے لیے ایسا نہ کرتی تھیں چونکہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لیے خوب زیب و زینت کرنا چاہیے (اس لیے کرتی تھیں) اس صورت میں زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

وہ بزرگ بی بی حکم شرعی کے تابع تھیں جہاں شریعت کا حکم تھا وہاں خوب زینت کرتیں کیونکہ جب شوہر زینت کو کہے تو دلہن کو خستہ و خراب رہنے کا کیا حق ہے۔ مگر جب شوہر کو کچھ غرض نہ ہوتی تو وہ اپنے نفس کے لیے زینت کا اہتمام نہ کرتی تھیں کاملین (اللہ والے) زینت اور ترک زینت میں حکم کے تابع ہوتے ہیں وہ اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ (التبلیغ ص ۹ ج ۱۴)

☆☆☆☆☆

باب:۶

اپنے شوہر کے ساتھ نباہ کا طریقہ اور ضروری دستور العمل

عورت کے لیے ضروری ہدایات اور نصیحتیں

سمجھدار بیویوں کو تو کچھ بتلانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود ہی ہر بات کے نیک و بد (اچھا برا ہونے) کو دیکھ لیں گی لیکن پھر بھی ہم بعض ضروری باتیں بیان کرتے ہیں۔ جب تم ان کو خوب سمجھ لوگی تو اور باتیں بھی اسی سے معلوم ہو جایا کریں گی۔ (بہشتی زیور ص ۳۹ ج ۴)

اتحاد و اتفاق اور اطاعت و فرمانبرداری کی ضرورت

خوب سمجھ لو میاں بیوی کا ایسا رشتہ ہے کہ ساری عمر اسی میں بسر کرنا ہے۔ اگر دونوں کا دل ملا رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور اگر خدانخواستہ دلوں میں فرق آ گیا تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے شوہر کا دل ہاتھ میں لیے رہو اور اس کے آنکھ کے اشارے پر چلا کرو۔ اگر وہ حکم کرے کہ رات بھر ہاتھ باندھے کھڑی رہو تو دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے آخرت کی بھلائی اور سرخروئی حاصل کرو۔ کسی وقت کوئی بات ایسی نہ کرو جو اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ اگر وہ دن کو رات بتائے تو تم بھی دن کو رات بتانے لگو۔ (بہشتی زیور)

شوہر کے مزاج کی رعایت اور اس کے ادب و احترام کی ضرورت

ہر وقت مزاج دیکھ کر بات کرو۔ اگر دیکھو کہ اس وقت ہنسی اور دل لگی میں خوش ہے تو ہنسی دل لگی کرو اور نہیں تو ہنسی دل لگی نہ کرو جیسا مزاج دیکھو ویسی بات کرو۔

اور خوب سمجھ لو کہ میاں بیوی کا تعلق خالی خولی محبت کا نہیں ہوتا بلکہ محبت کے ساتھ میاں کا ادب کرنا بھی ضروری ہے۔ میاں کو اپنے برابر درجہ میں سمجھنا بڑی غلطی ہے۔

شوہر سے ہرگز کوئی کام مت لو۔ اگر وہ محبت میں آ کر بھی ہاتھ یا سر دبانے لگے تو تم نہ کرنے دو بھلا سوچو اگر تمہارا باپ ایسا کرے تو کیا تم کو گوارا ہوگا؟ پھر شوہر کا رتبہ تو باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں بات چیت کرنے میں غرض کہ ہر بات میں ادب و تمیز کا خیال رکھو۔
(بہشتی زیور ص ۴۰)

شوہر کی حیثیت سے زیادہ کسی چیز کی فرمائش نہ کرو

شوہر کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگو جو کچھ ملے اپنا گھر سمجھ کر چٹنی روٹی کھا کے بسر کر لو۔ اگر کبھی کوئی کپڑا یا زیور پسند آیا تو اگر شوہر کے پاس خرچ نہ ہو تو اس کی فرمائش نہ کرو نہ اس کے نہ ملنے پر حسرت (افسوس) کرو بالکل منہ سے بھی نہ نکالو۔ خود سوچو اگر تم نے کہا تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ اس کو ہمارا کچھ خیال نہیں کہ ایسی بے موقع فرمائش کرتی ہے۔

بلکہ شوہر اگر مالدار ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے خود کسی بات کی فرمائش ہی نہ کرو۔ بلکہ وہ خود پوچھے کہ تمہارے واسطے کیا لائیں تو خیر بتلادو۔ (لیکن از خود فرمائش نہ کرو کیونکہ فرمائش کرنے سے آدمی نظروں سے گھٹ جاتا ہے اور اس کی بات کی ہیٹی ہوجاتی ہے۔ (بہشتی زیور ص ۳۹)

شوہر کے سفر سے واپسی میں ضروری ہدایات و آداب

(تمہارے شوہر) جب کبھی پردیس سے (یعنی سفر سے) واپس آئیں تو مزاج پوچھو خیریت دریافت کرو کہ وہاں کس طرح رہے، تکلیف تو نہیں ہوئی۔ ہاتھ پاؤں پکڑ لو کہ تھک گئے ہوں گے۔ بھوکا ہو تو روٹی پانی کا انتظام کرو۔ گرمی کا موسم ہو تو پنکھا جھل کر ٹھنڈا کرو۔ غرض یہ کہ اس کی راحت و آرام کی باتیں کرو۔ روپے پیسے کی باتیں ہرگز نہ کرنے لگو۔ کہ ہمارے واسطے کیا لائے۔ کتنا خرچ لائے۔ خرچ کا بٹوا (بیگ) کہاں ہے۔ دیکھیں کتنا ہے؟ جب وہ خود دیں تو لے لو۔ یہ حساب نہ پوچھو کہ تنخواہ تو بہت ہے اتنے مہینے میں بس اتنا ہی لائے تم بہت خرچ کر ڈالتے ہو۔ کیا کر ڈالا۔ کبھی خوشی کے وقت سلیقہ کے ساتھ باتوں باتوں میں پوچھ لو تو خیر اس کا کچھ حرج نہیں۔

(بہشتی زیور، ص ۴۰)

شوہر کے لائے ہوئے سامان کی قدر و منزلت اور ناشکری کی مذمت

اگر (تمہارا شوہر) تمہارے لیے کوئی چیز لائے تو پسند آئے یا نہ آئے ہمیشہ اس پر خوشی ظاہر کرو۔ یہ نہ کہو کہ یہ چیز بری ہے ہم کو پسند نہیں ہے۔ اس سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا اور پھر کبھی کچھ لانے کو جی نہ چاہے گا۔

اور اگر اس کی تعریف کر کے خوشی سے لے لوگی تو دل اور بڑھے گا اور پھر اس سے زیادہ چیز لائے گا۔

کبھی غصہ میں آکر خاوند کی ناشکری نہ کرو اور یوں نہ کہنے لگو کہ اس گھر میں آکر میں نے دیکھا

کیا بس ساری عمر مصیبت بھری اور تکلیف ہی سے کٹی میرے باپ دادا نے میری قسمت پھوڑ دی مجھے ایسی مصیبت میں پھنسا دیا۔ ایسی آگ جھونک دیا۔

ایسی باتوں سے پھر دل میں جگہ نہیں رہتی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے دوزخ میں عورتیں بہت دیکھیں کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ جائیں گی۔؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لعنت بہت کیا کرتی ہیں۔ تو خیال کرو یہ ناشکری کتنی بری چیز ہے۔'' (بہشتی زیور، ص ۳۹)

گھر اور شوہر کے سامان کی نگہداشت تہذیب وسلیقہ کی ضرورت

شوہر کی چیزوں کو خوب سلیقہ اور تہذیب سے رکھو۔ رہنے کا کمرہ صاف رکھو گندہ نہ ہو۔ بستر میلا کچیلا نہ ہو۔ شکن نکال ڈالو۔ تکیہ میلا ہوگیا ہو تو غلاف بدل ڈالو نہ ہو تو سی ڈالو۔

جب خود اس نے کیا اور اس کے کہنے پر تم نے کیا تو اس میں بات کیا رہی۔ لطف تو اسی میں ہے کہ بغیر کہے ہوئے سب چیزیں ٹھیک کردو۔ جو چیزیں تمہارے پاس رکھی ہوں ان کی حفاظت سے رکھو۔ کپڑے ہوں تو تہہ کر کے رکھو۔ یوں ہی ادھر ادھر نہ ڈالو۔ کہیں قرینے سے رکھو۔ کبھی کسی کام میں حیلہ حوالہ نہ کرو۔ نہ کبھی جھوٹی باتیں بناؤ کہ اس کی وجہ سے اعتبار جاتا رہتا ہے پھر کبھی سچی بات کا بھی یقین نہیں آتا۔ (بہشتی زیور، ص ۴۱)

ضد اور ہٹ دھرمی اور بدزبانی سے احتراز

کم سمجھی اور انجام نہ سوچنے کی وجہ سے بعض بیویاں ایسی باتیں کر بیٹھتی ہیں جس سے مرد کے دل میں میل آجاتا ہے کہیں بے موقع زبان چلا دی۔ کوئی طعن وتشنیع کی کہہ ڈالی۔ غصہ میں جلی کٹی باتیں کہہ دیں کہ خواہ مخواہ وہ جن کر رہ گئے۔ پھر جب اس کا دل پھر گیا تو روتی پھرتی ہیں۔

یہ خوب سمجھ لو کہ دل پر میل آجانے کے بعد اگر دو چار دن میں تم نے کہہ سن کر منا بھی لیا تب بھی وہ بات نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ پھر ہزار باتیں بناؤ عذر معذرت کرو لیکن جیسا پہلے دل صاف تھا اب ویسی محبت نہیں رہتی۔ جب کوئی بات ہوتی ہے تو یہی خیال آجاتا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے فلانے فلانے دن ایسا کیا تھا اس لیے اپنے شوہر کے ساتھ خوب سوچ سمجھ کر رہنا چاہیے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خوشی ہو اور تمہاری دنیا آخرت دونوں درست ہوں۔

دیکھو کبھی کسی بات پر ضد اور ہٹ دھرمی نہ کرو اور اگر کوئی بات تمہارے خلاف بھی ہو تو اس

کمالی محبت بھرو اور اس کو دست کرو۔ نہ گرم ہو کر اس کو زیر کرنا چاہو کہ اس میں اور زیادہ ضد ہو جاتی ہے اور غصہ میں آ کر اور زیادہ ضد کرنے لگتا ہے۔ اگر غصہ کرو گی اور لوگوں کے سامنے بک جھک کر کے رسوا کرو گی تو جتنا تم سے بولتا تھا اتنا بھی نہ بولے گا۔ پھر اس وقت روتی پھرو گی۔ (بہشتی زیور)

شوہر کو تابع کرنے کی تدبیر

یہ خوب یاد رکھو کہ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے دباؤ اور زبردستی سے ہرگز تابع نہیں ہو سکتے ان کے زیر کرنے (اور تابع کرنے) کی بہت آسان ترکیب خوشامد اور تابعداری ہے۔ ان پر غصہ کر کے دباؤ تو الٹا بڑی غلطی اور نادانی ہے اگرچہ اس کا انجام ابھی سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن جب فساد کی جڑ پڑ گئی تو کبھی نہ کبھی ضرور اس کا خراب نتیجہ پیدا ہوگا۔ (بہشتی زیور: ص ۱۱)

سسرال میں رہنے کا طریقہ

خاندان کے ساتھ مل جل کر رہو۔ اپنا معاملہ شروع سے ادب ولحاظ کا رکھو چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا ادب کیا کرو۔ اپنا کوئی کام دوسروں کے ذمہ نہ رکھو اور اپنی کوئی چیز پڑی نہ رہنے دو کہ فلانی اس کو اٹھا لے گی جو کام ساس نند کرتی ہیں تم اس کے کرنے سے عار نہ کرو۔ تم خود بے کہے ان سے لے لو اور کر دو۔ اس سے ان کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی۔ جب دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور اس کی ٹوہ مت لگاؤ کہ آپس میں کیا باتیں ہوتی تھیں اور خواہ مخواہ یہ خیال نہ کرو کہ ہماری باتیں ہوتی ہوں گی۔

یہ بھی ضرور خیال نہ رکھو کہ سسرال میں بے ادبی سے مت رہو اگرچہ نیا گھر نئے لوگ ہونے کی وجہ سے جی نہ لگے۔ لیکن جی کو سمجھانا چاہیے نہ کہ وہاں رونے بیٹھ گئیں۔

اور جب دیکھو بیٹھی رو رہی ہیں۔ جانے دیر نہیں ہوئی اور آنے کا تقاضہ شروع کر دیا۔

بات چیت میں خیال رکھو نہ تو آپ ہی آپ اتنا بک بک کرو جو بری لگے۔ نہ اتنی کم کہ خوشامد کے بعد بھی نہ بولو کہ یہ بھی برا اور غرور سمجھا جاتا ہے۔ گر سسرال میں کوئی بات بری اور ناگوار لگے تو میکے میں آ کر چغلی اور شکایت نہ کرو۔ سسرال کی ذرا ذرا سی بات آ کر ماں سے کہنا اور ماں کا کھود کھود کر پوچھنا بڑی بری بات ہے اسی سے لڑائیاں ہوتی ہیں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اگر شوہر کے ماں باپ زندہ ہوں اور وہ روپیہ پیسہ سب انہی کو دے تمہارے ہاتھ پر نہ رکھے تو کچھ برا نہ مانو۔ بلکہ اگر تم کو دے بھی تب بھی عقلمندی کی بات یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں نہ

لو اور یہ کہو کہ ان ہی کو دیں تاکہ ان کا دل میلا نہ ہو اور تم کو برا نہ کہیں کہ بہو نے لڑکے کو اپنے پھندے میں کر لیا۔ (بہشتی زیور،ص۴۰)

ساس ونندوں کے ساتھ اتحاد واتفاق اور حسن سلوک

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نسب کے ساتھ علاقہ مصاہرۃ (سسرالی رشتہ) کو بھی ذکر فرمایا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے۔اس لیے ان تعلقات میں بھی احسان واخلاق کی رعایت کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ (حقوق الاسلام،ص۱۵)

جب تک سسر اور ساس زندہ رہیں ان کی خدمت کو ان کی تابعداری کو فرض جانو اسی میں اپنی عزت سمجھو اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرو کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کی یہی جڑ ہے۔خود سوچو کہ ماں باپ نے اس کو پالا پوسا اور اب بڑھاپے میں اس آسرے پر اس کی شادی (بیاہ) کیا کہ ہم کو آرام ملے اور جب بہو آئی تو گھر آتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی سے ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ پھر جب ماں کو معلوم ہوتا ہے یہ بیٹے کو ہم سے چھڑاتی ہے تو فساد پھیلتا ہے۔ (بہشتی زیور،ص۴۱)

(لیکن یہ سب اخلاقی تعلیم ہے ورنہ شرعاً عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی ساس وسسر سے علیحدہ رہنے کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کا مطالبہ کا پورا کرنا لازم ہے۔ بلکہ ساتھ رہنے میں اگر نا اتفاقی کا ظن غالب ہو جیسا کہ آج کل عموماً ہوتا ہے۔اس وقت اخلاق کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ علیحدہ ہی رہائش اختیار کی جائے۔مزید تفصیل باب ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

------☆☆☆☆☆------

مسنون طریقہ بھی یہی ہے کہ اگر کسی سے کچھ شکایت دل میں ہو تو اس شخص سے ظاہر کر دے کہ تمہاری طرف سے میرے دل میں شکایت ہے کہ تمہیں سے اس کا جواب مل جائے گا اور اگر وہ شکایت غلط تھی بالکل رفع ہو جائے گا۔

اور سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لینا اور اس پر کوئی حکم لگا دینا بالکل نصوص (شریعت) کے خلاف اور جہالت ہے ایسی موقع کے لیے قرآن شریف میں موجود ہے۔

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

"بدگمانیوں سے بچو بیشک بہت سی بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔"

اور ارشاد ہے اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ یعنی (بدگمانی) سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے)۔

ہم نے تو تجربے سے تمام عمر دیکھا کہ سنی ہوئی بات شاید کبھی سچ نکلی ہو۔ ایک شخص کا قول ہے کہ ایسے واقعات کی روایتیں کہ جن سے راوی (نقل کرنے والے) کا کچھ ذاتی تعلق نہ تھا اور راوی بھی ایسا ہو کہ جھوٹ کا عادی نہ ہو جب بھی دیکھا گیا اور تحقیق کی تو تمام باتوں میں چوتھائی بات بھی سچ نہیں نکلی اور ان باتوں کی روایت کا تو پوچھنا ہی کیا جن میں راوی کی ذاتی غرض بھی شامل ہو۔

خانہ جنگیاں (گھریلو لڑائیاں) جہاں کہیں ہیں وہ سب ان ہی چغلخوروں کہاروں وغیرہ (اس جیسی عورتوں) کی روایتوں کی بناء پر ہیں کہ اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ کچھ حاشیے اس پر روایت کرنے والی لگاتی ہیں۔ اس سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ فلانی ہماری مخالف ہے بس اس خیال و وہم سے کچھ حاشیے (مزید باتیں اور بدگمانی) یہ سننے والی لگا لیتی ہیں بس کچی ناحق لڑائی ٹھن جاتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جنگل میں آدمی رات کے وقت اکیلا ہو اور اس کو شیر کا خوف ہو تو جب وہ ایک طرف کو دھیان جماتا ہے تو کوئی درخت اسے شیر معلوم ہونے لگتا ہے۔

پھر جب خیال کو ترقی ہوتی ہے تو اسی خیالی صورت میں ہاتھ پیر بھی نظر آنے لگتے ہیں اور سچ مچ کا شیر بن جاتا ہے حالانکہ واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا صرف وہم کی کارگزاری ہوتی ہے۔ اسی طرح سنی سنائی باتوں میں نفس اختراع کرتا ہے کہ ادنیٰ تو کچھ آمیزش نقل کرنے والے سے شروع ہوتی ہے پھر جس کے سامنے وہ خبریں نقل کی وہ پہلے سے غضب جوئی کے لیے تیار ہوتی ہے۔ ذرا سا بہانہ پا کر سب اگلی پچھلی باتوں کو تازہ اور خیالات کو واقعات (اور حقیقت) پر محمول کر لیتی ہیں۔ اب تک باقی شکایت موجود ہوتی ہے۔ (تحویل الغضب، ص ۳۲۳)

عورتوں کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ جب کبھی ان کا دل کسی بات کو نہ چاہے تو اکثر عورتیں اپنی
دیورانی جیٹھانی وغیرہ سے بے چشم دید باتوں پر ناراض رہتی ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے
اور کہا جاتا ہے کہ تم کس بات پر ناراض ہو وہ بات یوں ہے تم نے غلط سمجھا تو کہتی ہیں کہ کیسے ہی
ہوں کیا میں سمجھتی نہیں ہوں۔ ان کا ضمیر ستانے کے لیے کیا گیا تھا پھر الٹا سمجھنے لگتی ہیں
حاصل یہ کہ جو بات اپنی ذات سے گھڑ کر بے اصل بدگمانی اپنے پر ڈال لی ہے، آپس میں جو رنجش کی
بدولت دلوں میں آپس میں رنج ہو جائے گا اسی طرفین سے غیبت شروع ہوگی اور ایک دوسرے کی
عیب جوئی اور نیچا دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی یہ سب نتائج غصہ کے ہیں۔ عورتیں غصہ
سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ (غوائل الغضب ص ۲۴۵)

بھابھی کا غصہ اور دیور و یتیم پر ظلم و زیادتی

بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ گھر کا کوئی بزرگ مر گیا اور بڑی اولاد کے ساتھ چھوٹے بچے بھی
چھوڑ گیا اور وہ چھوٹے بچے بڑے بھائیوں کی پرورش میں آ جاتے ہیں اور بھاوج کا اختیار
ہوتا ہے چونکہ بچے گھر میں رہتے ہیں اس واسطے ان کی نگرانی زیادہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں زیادہ
رہتی ہے جو نہایت بے رحمی سے ہوتی ہے اور وہ صدمہ پہنچا کر اپنے دل کے کینے نکالتی ہیں۔ ذرا ذرا بات پر مارنا پیٹنا
جھڑکنا ہر چیز کو ترسانا کھانا بھی پیٹ بھر کر نہ دینا کپڑے کی خبر نہ لینا اور نوکروں سے زیادہ ذلیل کر کے
ان کو رکھنا یہ ان کا برتاؤ رہتا ہے اور اس پر بھی یتیموں کی بطور حفظ ماتقدم خاوند سے الٹے شکایت
کرتے رہنا غرض نہایت خلاف انسانیت برتاؤ کرتی ہیں کہ اس کا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔

میں مردوں کو بھی خطاب کرتا ہوں کہ یتیم بچوں کی خود بھی نگرانی رکھو۔ عورت کے کہنے میں
ایسے نہ ہو کہ ہر بات کو سچ جان لو جب یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ بھاوج دیوروں کے ساتھ عداوت
(غیرت) کا تعلق رکھتی ہے تو اس کی شکایتوں کا کیا اعتبار، میں تو کہتا ہوں کہ ایسے موقعوں پر مردوں
کو چاہیے کہ عورتوں کو سنا دیں کہ تم سچ بھی کہو گی تو بھی ہم جھوٹ سمجھیں گے۔ میں سب مردوں کو
نہیں کہتا ہوں بہت سے مرد ایسے بھی ہیں کہ واقعی مرد ہیں اور ایسے موقع پر پوری عقل سے کام لیتے
ہیں اور اس ساتھ رہنے کو بھیڑیے اور بکرے کا ساتھ سمجھتے ہیں جہاں بھیڑیا اور بکری اکٹھے ہوں گے
وہاں بھیڑیے کی طرف سے بکری کے ساتھ ایذا اور تکلیف رسانی ہی ہوگی۔ یہ کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ
بھیڑیا بکری کی طرف داری یا اس پر رحم کرے گا۔

عورت کے کہنے سے بھائیوں کو دھتکارنا، کسی نے خوب کہا ہے کہ یتیم بچے زندوں میں شمار ہی
نہیں ہوتا ہے، بچہ ماں باپ کے ساتھ وہ بھی مر گیا۔ پھر مرے ہوئے کو مارنا کیا جوانمردی ہے۔

خانگی تنازعات کم کرنے جھگڑے سے بچنے کی عمدہ تدبیر

فرمایا خانگی منازعات (گھریلو جھگڑوں) سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر یہ ہے کہ چند خاندان (اور کئی عورتیں) ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں کیونکہ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہوتا ہے۔ (ملفوظات اشرفیہ ص ٢٧٢ دال تدبیر والصبر ص ٢٣٧)

اپنوں سے معاملہ نہ کرنے میں عافیت ہے

فرمایا مشہور تو یہ ہے کہ "تعاملوا کالاجانب وتعاشروا کالاخوان" یعنی اپنوں سے معاملہ کرو اجنبیوں کی طرح اور معاشرت (برتاؤ) کرو بھائیوں کی طرح۔ لیکن چونکہ آج کل یہ مشکل ہے کہ اخوان (اپنوں اور بھائیوں) کے ساتھ معاملہ تو ہو مگر اجنبیوں کا سا۔ اس لیے میں ترمیم کرتا ہوں یعنی "تعاملوا مع الاجانب وتعاشروا مع الاخوان" یعنی معاملہ کرو اجنبیوں کے ساتھ اور محبت کرو بھائیوں کے ساتھ یعنی اخوان (اپنوں) کے ساتھ معاملہ ہی نہ کرو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں خرابی ہوتی ہے۔ (تعلقات بگڑتے ہیں۔ نااتفاقیاں ہوتی ہیں) اور نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔
(ملفوظات اشرفیہ ص ٢٣٣ حسن العزیز ص ٥٩٥)

☆☆☆☆☆

ہے اور وہی مختارِ کل ہے جو چاہے کرے۔

اور جن گھروں میں حساب کا قاعدہ ہوتا ہے تو وہاں یہ طریقہ ہے کہ دیوار پر لکیر کھینچ دیتی ہیں۔ میں نے دیکھا ایک مکان میں تمام دیوار سیاہ تھی۔ حالانکہ دیوار کی لکیر کوئی معتبر چیز نہیں ذرا سا ہاتھ لگنے سے مٹ سکتی ہے اور ایک آدھ لکیر پنساری بڑھا بھی سکتی ہے پھر اس صورت میں وہی دینا پڑے گا جو پنساری بتلا دے۔ بعض دفعہ گھر والوں اور پنساری میں اختلاف ہوتا ہے گھر والی کچھ کہتی ہے اور پنساری کچھ کہتی ہے مگر حجت کسی کے پاس نہیں بالآخر جھک مار کر وہی دینا پڑتا ہے جو پنساری نے بتلا دیا۔

آسان صورت یہ ہے کہ قلم سے کسی کاغذ یا تختی وغیرہ پر جو اپنے ہی پاس رہے لکیر کھینچ دیا کرے جو کمی بیشی کے احتمال سے محفوظ رہے۔ مگر گھروں میں اس کا بالکل اہتمام نہیں۔ یہاں کی یہ ہے کہ عورتیں ان کاموں کو اپنے ذمہ سمجھتی ہی نہیں۔ (حقوق البیت: ص ۲۱۸)

صفائی معاملات کی ضرورت

فرمایا خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ معاملات کو لکھو "ذٰلِکُمْ اَدْنٰی اَلَّا تَرْتَابُوْا" لیکن آج کل یہ عیوب میں داخل ہے کہ بڑے ذکی آدمی ہیں حالانکہ بعض دفعہ یاد نہیں آتا کہ کس سے فلاں چیز لی تھی تو پریشانی ہوتی ہے۔ (حسن العزیز: ص ۳۶۴، ج ۲)

چاہے چھوٹا سا معاملہ ہو اس کو بھی ضرور لکھ لینا چاہیے کیونکہ لکھ لینے سے بہت سہولت ہے اور پھر کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سب شبہات کا علاج ہے۔ (الافاضات: ص ۳۲۷، ج ۹)

معاملات کی صفائی بڑی اچھی چیز ہے جب کسی سے قرض لے یا دے یا ادا کرے اس کو فوراً لکھ لے حتیٰ کہ دھوبی کو کپڑے دیتے وقت لکھ لینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بھول نہیں ہوتی۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کاغذ کھو بھی جائے تب بھی دھوبی پر شبہ رہتا ہے اور وہ چور سے کپڑے لا کر حوالہ کرتا ہے۔ حساب کتاب لکھنا حق اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات میں سے ہے۔

(الافاضات: ص ۳۵۰، ج ۹)

معقول آدمی کو زبانی یاد پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ ضروری کاموں کو لکھ لینا چاہیے۔

(حسن العزیز: ص ۴۹۲، ج ۱)

عورتوں پر گھر کا کام کرنا کھانا پکانا واجب ہے یا نہیں

ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ عورتوں کے ذمہ کھانا پکانا واجب ہے۔ میری رائے ہے

باب ۹:

فصل نمبر ۱...... بیوی کے حقوق کا بیان

فرمایا: جب اللہ نے ان (عورتوں) کے حقوق مقرر فرمائے ہیں تو ان کو کون بدل سکتا ہے۔ مرد اگر ان کا حق نہ دیں گے تو حق العبد کے گنہگار ہوں گے۔

مردوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے فرماتے ہیں: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

(ترجمہ) فرماتے ہیں عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گذر کرو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائیاں رکھ دیں۔

ظاہر ہے ناپسند ہونا کسی وجہ ہی سے ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کے لیے باعث اذیت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ عورتوں کی بداخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر (خوب بھلائی) کا سبب بنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہیں، وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً اس سے اولاد ایسی ہو جائے گی جو قیامت میں اس شخص کی دستگیری کرے گی۔

جو آیتیں میں نے پڑھی ہیں دیکھئے اس باب میں کس قدر صاف اور واضح ہیں اور ان سے کس قدر عورتوں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں۔ (التبلیغ مسالک ص ۱۳۰، ۱۳۶)

بیوی کے حقوق کا خلاصہ

زوج (شوہر) پر زوجہ (بیوی) کے یہ حقوق ہیں۔

☆......حسن خلق (یعنی اچھے اخلاق سے پیش آنا اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔

☆......ایذاء کا (یعنی بیوی کی طرف سے جو تکلیف پہنچا کرے) برداشت کرنا لیکن اعتدال کے ساتھ۔

☆......غیرت میں اعتدال کرنا یعنی نہ تو اس سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل غافل رہے۔

☆......خرچ میں اعتدال کرنا یعنی نہ تنگی کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے۔

☆......حیض وغیرہ کے احکام سیکھ کر اس کو سکھانا اور نماز اور دین کی تاکید رکھنا اور بدعات

وصحبت (ناجائز کاموں) سے منع کرنا۔

☆ ... اگر کئی عورتیں ہوں تو حقوق میں ان کو برابر رکھنا۔

☆ ... بقدر حاجت اس سے وطی (صحبت) کرے۔

☆ ... اس کی اجازت کے بغیر عزل (یعنی صحبت کرتے میں انزال) باہر نہ کرنا۔

☆ ... بقدر کفایت رہنے کے لیے گھر دے۔

☆ ... اس کے محرم و اقارب رشتہ داروں (ماں باپ، چچا، پھوپھی، بہن بھائی وغیرہ) سے اس کو ملنے دینا۔

☆ ... جماع وغیرہ (صحبت اور ان جیسی راز کی باتیں ظاہر نہ کرنا۔)

☆ ... حد سے زیادہ نہ مارنا۔

☆ ... بغیر ضرورت کے طلاق نہ دے۔ (ومثل ذلک)

جانبین کے حقوق کثیرہ ہیں یہاں اس وقت جو مختصر تھے لکھ دیئے۔ تمام تفصیلات احیاء العلوم وغیرہ۔
(امداد الفتاوی ص ۱۸۵ ج ۲ سوال ۲۷۸)

بیوی کا نفقہ کیوں واجب ہے

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ یہ کلی قاعدہ ہے (کسی کے لیے محبوس و مقید ہونے) کی جزاء بھی یہ ہے۔ یعنی جو شخص کسی کی خدمت یا مصلحت کے لیے محبوس و مقید ہو اور اس حبس کی وجہ سے وہ اپنی معیشت کا انتظام نہ کر سکتا ہو اس شخص کا نفقہ اسی پر واجب ہوگا جس کی مصلحت و منفعت کے لیے محبوس ہے۔ اس کی مثال گواہوں کی خوراک ہے کیونکہ وہ ایک خاص وقت تک اس شخص کے لیے (جس کے لیے گواہی دی جارہی ہے) اس کے کام میں مشغول ہے اس لیے اس کو اسی سے خوراک دلائی جاتی ہے، حاکم وقت نے بھی شریعت کے اس مسئلہ کو برقرار رکھا ہے۔ فقہاء نے زوجہ (بیوی) کے نفقہ کو بھی جزاء احتباس ہی کہا ہے۔ (اصلاح انقلاب: ص ۹۱)

نفقہ کب واجب ہوتا ہے

بیوی کا نفقہ واجب ہونے کی صرف اتنی شرط ہے کہ بیوی کی طرف سے تسلیم نفس (یعنی اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دینے میں) یا عذر کوتاہی نہ ہوئی ہو، اگر عذر سے ایسا ہو تو مہر معجل (جلدی والا مقرر شدہ مہر) لینے کے لیے اپنے نفس کو تسلیم (سپرد) نہ کرے اس میں بھی نفقہ واجب رہے گا۔ (کیونکہ قصور مرد کی طرف سے ہے) البتہ اگر سرکشی کی وجہ سے شوہر کے گھر سے چلی گئی اس صورت

سمجھتے۔ پس اپنے عزیزوں (رشتہ داروں یا والدین کے پاس) عورت کو لا ڈالتے ہیں۔ سو اس میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ساتھ رہنے پر عورت خوشی راضی ہو تب تو خیر (ٹھیک ہے) ورنہ اگر وہ سب سے جدا رہنا چاہے تو مرد پر اس کا انتظام واجب ہے۔

اور راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ طیب خاطر یعنی خوشی دل سے راضی ہوتی ہو کہ اگر مرد کو قرائن (انداز) سے معلوم ہو جائے کہ وہ علیحدہ رہنا چاہتی ہے مگر زبان سے اس کی درخواست نہ کر سکے تب بھی مرد کو (سب کے) ساتھ رکھنا جائز نہیں اور آج کل کی طبیعتوں اور واقعات کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ اگر عورت ساتھ رہنے پر راضی ہو اور علیحدہ رہنے سے سب رشتہ دار ناخوش ہوں تب بھی مصلحت یہی ہے کہ علیحدہ رہے اس میں ہزاروں مفاسد اور خرابیوں کی روک تھام ہے اور گو اس طرح کرنے میں چند روز کے لیے عزیزوں (رشتہ داروں) کو ناک منہ چڑھے گا مگر اس کی مصلحتیں جب مشاہد ہوں گی (سامنے آئیں گی) تو سب خوش ہو جائیں گے۔

البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر پورا گھر جدا نہ دے سکے بڑے گھر میں ایک کوٹھری یا ایسا کمرہ دیتا جو ضرورت کے لیے کافی ہو سکے اور اس میں اپنا مال اور سامان مقفل (تالا وغیرہ لگا کر) رکھ سکے اور آزادی کے ساتھ میاں کے ساتھ تنہائی میں اٹھ بیٹھ سکے بات چیت کر سکے۔ واجب ادا کرنے کے لیے یہ کافی ہوگا۔

اور چولہا تو ضرور ہی علیحدہ ہونا چاہیے کیونکہ زیادہ تر آگ اسی چولہے سے بھڑکتی ہے۔ بعض آدمی اس کو بڑی سعادت مندی سمجھتے ہیں کہ بیوی کو اپنی ماں کا محکوم اور مغلوب (تابع بنا کر) رکھیں اور اس کی بدولت بیوی پر بڑے بڑے ظلم ہوتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ بیوی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے تم سعادت مند ہو تو خدمت کرو۔ خدمت کے لیے نوکر لاؤ۔

(اصلاح انقلاب ص ۱۸۷)

مالداروں پر مالداروں اور غریبوں پر غریبوں جیسا نفقہ لازم ہے وسعت ہو تو نوکرانی کا انتظام بھی واجب ہے!!!

خدا نے تم کو جتنی وسعت دی ہے۔ جیسا تم اپنی ذات کے لیے خرچ کرتے ہو ویسا ہی اس کو بھی خرچ کرنے کو دو۔ شریعت کی یہی تعلیم ہے۔

بعض آدمیوں کی طرف سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ فارغ البالی (وسعت و مالداری) کے

شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کسی سائل فقیر یا مدرسہ وغیرہ میں چندہ دینا جائز نہیں

حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کو کچھ دینا جائز نہیں۔" ایک اور روایت میں ہے: "عورت خاوند کے گھر میں بلا اس کی اجازت کے کچھ خرچ نہ کرے۔ عرض کیا گیا کھانا بھی کسی کو نہ دے؟ فرمایا کھانا تو سب سے بہتر مال ہے۔"
(جمع الفوائد)

ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (عورتوں کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے) من حلیکن فرمایا ہے من حلی الزوج نہیں فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی ترغیب اپنے مملوک زیورات سے صدقہ کرنا ہے خاوند کے مملوک کی نہیں۔ (التبلیغ ص ۱۳۹ ج ۷)

(اس سے یہ معلوم ہوا کہ) دینی مصارف میں بھی مثلاً کسی سائل (فقیر) کو دینا یا کسی مدرسہ وغیرہ کے چندہ میں دینا یا کسی عالم یا حافظ یا یتیم، مسکین، بیوہ وغیرہ کی خدمت کرنا بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر اس کے مال میں جائز نہیں اور ایسا دیا ہوا چندہ (اور خیرات) اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہے۔

حدیث میں ہے ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ ہی قبول کرتا ہے۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۸۵ ج ۲)

شوہر کے مال سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی سامان خریدنا جائز نہیں

اسی طرح آج کل عورتیں سامان بہت زیادہ (ضرورت سے زائد) چیزوں کی بے قدری بھی ہوتی ہے اور بلا ضرورت بھی محض اس وجہ سے کہ پسند آنے کی وجہ سے کہ عورتیں خرید لیتی ہیں اور وہ ذخیرہ کرتی چلی جاتی ہیں پھر طلب یہ کہ وہ چیز کام آتی ہے نہ ان کی حفاظت کرتی ہے یوں ضائع ہو جاتی ہیں تو اس طرح خاوند کے مال کو برباد کرنا قیامت میں موجب مواخذہ ہے (یعنی قیامت میں اس کا حساب ہوگا) اسی طرح عید بقرعید اور شادی کے جوڑے شوہر کے مال سے بلا اس کی رضامندی کے بنانا عورت کے لیے جائز نہیں۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۸۵ ج ۲)

☆☆☆☆☆

روحانی نفقہ!

فصل نمبر.....۲

روحانی نفقہ بھی واجب اور شوہر پر لازم ہے، روحانی نفقہ کی تشریح

نفقاتِ روحانیہ سے مراد دینی تعلیم و تربیت ہے۔ اوپر اہل و عیال کے وہ حقوق بیان کیے گئے تھے جو اخراجاتِ رزقِ حسی (یعنی روٹی روزی، روٹی کپڑا مکان) سے متعلق تھے۔ رزق اور انفاق کی ایک معنوی بھی قسم ہے یعنی اہل و عیال کی دینی تعلیم و تربیت کے حقوق۔

جس طرح بیوی اور اولاد اور متعلقین کی جسمانی تربیت ضروری ہے جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح علم و اصلاح کے ذریعہ سے ان کی روحانی تربیت اس سے زیادہ ضروری ہے۔ قرآن مجید میں نص صریح ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو یعنی اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور حدیث پاک میں ہے "کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ" "تم میں سے ہر ایک حاکم و نگہبان و ذمہ دار ہے اور قیامت کے روز تم میں سے ہر ایک سے اپنے محکوم ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۴۳)

نفقاتِ روحانیہ میں عام کوتاہی

اس میں بھی قسم قسم کی کوتاہیاں کی جاتی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلی اور بڑی کوتاہی تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ یعنی اپنے گھر والوں کو کبھی دین کی بات بتلاتے ہیں نہ کسی امرِ منکر (خلافِ شرع کام) پر ان کو روک ٹوک کرتے ہیں۔ بس ان کا حق صرف اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ ان کو ضروریات کے مطابق خرچ دے دیا اور سبکدوش (بری) ہو گئے۔

(اصلاح انقلاب جلد ۲ ص ۱۴۵)

مردوں کو عورتوں کے حقوق میں سے صرف بعض دنیوی امور کا اہتمام ہے یعنی زیور، کپڑے، کھانے پینے کا۔

مردوں نے تو اپنے ذمہ عورتوں کے یہ حقوق سمجھ رکھے ہیں کہ کھانے کو دے دیا۔

مرد اپنی بیویوں کی شکایتیں تو کرتے ہیں کہ ایسی بدتمیز اور ایسی جاہل ہیں مگر وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھیں کہ انہوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ بس یہ اپنی راحت ہی کے ان سے طالب رہے اور ان کے دین کا ذرا بھی خیال نہیں کیا۔ عورتوں کی تو خطا ہے ہی مگر ان کی بدتمیزی میں مردوں کی بھی خطا ہے کہ یہ ان کے دین کی درستی کا اہتمام نہیں کرتے اور ان کے دینی حقوق کو ضائع کرتے ہیں۔ (حقوق البیت، ص ۳۶)

ملفوظات روحانیہ میں دیندار مردوں کی کوتاہی اور عورتوں کو دیندار بنانے کا طریقہ

جو لوگ دین دار کہلاتے ہیں اور کچھ خیال ہوتا ہے تو وہ بھی یوں ہی پھیکی سی بات کہہ دیتے ہیں کہ بیوی نماز پڑھا کرو۔ نماز کا ترک کرنا بڑا گناہ ہے بس اتنا کہہ کر اپنے نزدیک سبکدوش (بری) ہو گئے اور جب کسی نے ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو نماز کے لیے تنبیہ کیوں نہیں کرتے؟ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ کہہ تو دیا اب وہ نہیں پڑھتی تو میں کیا کروں۔

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ انصاف سے بتائیے کہ آپ نے نماز (اور زکوۃ و قربانی) کے لیے بھی اسی طرح کہا تھا جیسے نمک کے تیز ہونے پر کہا تھا؟ اور اگر ایک دو دفعہ کے کہنے سے اس نے نمک کی درستگی کا اہتمام نہ کیا تو وہاں بھی آپ ایسے ہی خاموش ہو جاتے ہیں جیسے نماز کے لیے ایک دو دفعہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ ہرگز نہیں۔ نمک تیز ہونے پر تو آپ سر توڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اسی بری طرح ناراضگی ظاہر کرتے ہیں کہ بیوی سمجھ جاتی ہے کہ میاں بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ اس لیے وہ بہت جلد نمک کی اصلاح کا اہتمام کرتی ہیں۔

صاحبو! نماز کے لیے آپ نے اس طرح کبھی نہیں کہا جس سے بیوی سمجھ جائے کہ میاں ناراض ہو گئے ہیں اگر یہاں بھی اسی طرح ناراضگی ظاہر کرتے تو وہ بھی ضرور اہتمام کرتی اور اگر ایک دفعہ کے کہنے سے نہ پڑھتی تو دوسرے وقت پھر خفا ہوتے۔ پھر نہ پڑھتی تو تیسرے وقت پھر کہتے اور جب تک وہ نماز نہ پڑھتی برابر کہتے رہتے اور مختلف طریقوں سے اپنی ناراضگی ظاہر کرتے۔ مثلاً پاس لیٹنا ترک کر دیتے، یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا نہ کھاتے جیسا کہ نمک تیزی پر ایک آدھ بار خفا ہونے سے اثر نہ ہو تو آپ خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ برابر کہتے رہتے ہیں اور وہاں کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ ایک دفعہ تو کہہ دیا ہے اب بھی وہ نہیں مانتی تو کیا کروں میں خاموش ہو جاؤں۔

انصاف سے بتائیے کہ تم نے کھانے کے بارے میں بھی اپنے جی کو اسی طرح سمجھا لیا ہے جیسا کہ نماز کے بارے میں سمجھا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو سراسر کوتاہی ہے۔ اگر آپ بیوی کو نماز کی

بنانا چاہیں تو کچھ دشوار نہیں۔ کیونکہ عورت حاکم نہیں بلکہ محکوم (ماتحت و تابع) ہے چنانچہ اپنی اغراض کے لیے ان پر حکومت بھی کی جاتی ہے مگر دین کے لیے اس حکومت سے ذرا بھی کام نہیں لیا جاتا۔ یہ بڑی کوتاہی ہے۔ (حقوق البیت، ص ۴۰)

.....☆☆☆☆☆.....

فصل نمبر.....۳

دیگر حقوق ضروریہ کی تفصیل

نفقہ کے علاوہ جیب خرچ بھی بیوی کا حق ہے

بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی (مرضی کے مطابق) خرچ کر سکے، جس کو جیب خرچ کہتے ہیں) اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے مثلاً دو چار روپیہ یا دس بیس پچاس روپے جتنی گنجائش ہو۔ یہ رقم خرچ سے علیحدہ دو لیکن صاف کہہ دو کہ وہ رقم صرف گھر کے خرچ کی ہے اور یہ تمہارا جیب خرچ ہے۔ یہ تمہاری ملک ہے۔ اس کو جہاں چاہو خرچ کرو۔

جب تم خرچ الگ دو گے تو تم کو یہ کہنے کا منہ ہوگا کہ یہ رقم جو گھر کے خرچ کے لیے دی ہے امانت ہے۔

کیونکہ آدمی کے پیچھے بہت سے خرچ ایسے بھی لگے ہوتے ہیں جو اپنی ذات خاص کے ساتھ ہیں۔ اگر بیوی کو کوئی رقم ذات خاص کے خرچ کے لیے نہ دو گے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرنے پر مجبور ہوگی۔ اس صورت میں اس پر تشدد کرنا ایک گونہ ظلم اور بے حسی ہے۔ (التبلیغ ص ۲۶ ج ۳ و ملفوظات اشرفیہ ص ۲۰)

جیب خرچ دینے کی واقعی ضرورت

چونکہ دینی و دنیوی مصارف (اخراجات) کی حاجت اکثر واقع ہوتی رہتی ہے اور عورتوں کے پاس اکثر جداگانہ مال نہیں ہوتا اس لیے مردوں کو مناسب ہے کہ نفقہ واجبہ (اور مہر) کے علاوہ حسب حیثیت کچھ خرچ ایسے مواقع کے لیے علیحدہ بھی دے دیا کریں۔ پھر اس کا حساب نہ لیا کریں تاکہ وہ اپنی مرضی کے موافق آزادی کے ساتھ بے تکلف ایسے مصارف میں صرف کر سکیں۔

نیز شوہر کے ذمہ عورت کے زیور کی زکوٰۃ یا اس کی طرف سے صدقہ فطر یا قربانی واجب نہیں سو اس رقم اگر ان کو دیا کرے گا تو ان واجبات کی ادائیگی میں ان کو سہولت ہوگی لیکن چونکہ شوہر پر واجب تو ہے نہیں اگر شوہر نے نہ دیا تو عورت اپنے زیور بیچ کر یہ سب حقوق اس سے ادا کرے نہ شوہر کے مال سے اس کی رضا کے بغیر ان عبادات میں صرف کرنا

دلجوئی کا طریقہ

عورتوں کا پردہ ضرور ہو مگر پردہ میں ان کی دلجوئی کے سامان بھی مہیا ہوں یہ نہیں کہ میاں صاحب تو ذکر کو جائیں تو دیر سے تالا لگا کر چلے گئے۔ کسی کو ان سے ملنے نہ دیں اور ان کی دل راحت (بات چیت ہنسی تفریح) کا سامان نہ کریں۔ بلکہ مردوں کو لازم ہے کہ پردہ میں عورتوں کی دلچسپی کا ایسا سامان مہیا کریں کہ ان کو باہر نکلنے کی ہوس ہی نہ ہو (بشرطیکہ وہ جائز ہوں خلاف شرع نہ ہو) سمجھنے کی بات ہے کہ اگر مردوں کو کسی وقت وحشت ہوتی ہے تو باہر جا کر ہم جنسوں (یار دوستوں) میں دل بہلا سکتے ہیں۔ بے چاری عورتیں پردہ میں اکیلا کس طرح دل بہلائیں۔

تم کو چاہئے یا تو خود ان کے پاس بیٹھو۔ یا تم کو فرصت نہیں ہے تو کسی اپنی ہم جنس عورت کو ان کے پاس رکھو۔ اگر کسی وقت کسی بات پر شکوہ شکایت بھی کرے تو معمولی بات پر ناراض نہ ہو۔ تمہارے سوا ان کا ہے کون؟ جس سے وہ شکایت کرنے جائے۔ ان کی شکایت کو تو محبت پر محمول کرو کیوں کہ ہماری عورتوں میں غیرت کا مادہ اس قدر ہے کہ حق عشق کے درجہ ہے۔

(التبلیغ ص ۲۱۱ ج ۲)

رات میں بیوی کے پاس رہنا بھی اس کا حق ہے

شریعت نے جو حقوق معاشرت ہمارے ذمہ کیے ہیں۔ مرد ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ مثلاً بعض گھروں میں دیکھا ہے کہ مرد بیوی سے بالکل بے پرواہ رہتے ہیں۔ سال سال بھر تک باہر بیٹھک میں سوتے ہیں گھر میں نہیں سوتے۔ اب یا تو تکبر اور تعلّی یہ کیا جاتا ہے یا ویسے ہی باہر سوتے رہتے ہیں اور بیوی کے حق سے غافل ہیں۔ حالانکہ رات کو اس کے پاس سونا بھی شرعاً اس کا حق ہے۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں عورتوں کی خطائیں نکالی جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے بات چیت ترک کر دی جاتی ہے۔ یا گھر میں سونا چھوڑ دیا جاتا ہے گو وہ خطا اس درجہ کی نہیں ہوتی۔ (حقوق البیت ص ۳۰)

بیوی سے باتیں کرنا اور اس کو خوش رکھنا بھی اس کا حق ہے

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بزرگ کہلاتے ہیں کسی بزرگ کے مرید ہیں نماز روزہ ذکر و شغل کے پابند ہیں اپنے نزدیک گویا جنت خرید رہے ہیں مگر بیوی کے حقوق سے غافل ہیں۔ یاد رکھو! بیوی کا یہ حق ہے کہ ایک وقت میں اس سے بات چیت بھی کی جائے اور اس کی تکلیف

وہ راحت میں بھی شریک ہو جائیں۔ بیوی کی یہ آرزو ہے اس کو خوش کیا جائے، مگر اس حق سے وہ بہت زیادہ سب ہی غافل ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حق ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ بس کھانا کپڑا ہی اپنے ذمہ سمجھ لیا ہے۔ (حقوق زوجین، ص ۳۱)

اپنے ہاتھ سے بیوی کو کھلانے میں بھی ثواب ملتا ہے بیوی کا جی خوش کرنے کی خاطر کوئی سامان خریدنے میں بھی ثواب ملتا ہے

(۱) اگر بیوی کا جی خوش کرنے کے لیے بلا ضرورت بھی کوئی چیز خرید لو تو وہ بھی اسراف نہیں کیونکہ تطییب قلب زوجہ (بیوی کا جی خوش کرنا) بھی مطلوب ہے بشرطیکہ اس میں طاقت سے زیادہ قرض نہ ہو۔

(۲) بیوی کو کچھ کھلا دینا بھی خیرات ہی ہے (یعنی اس میں بھی اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں۔) (رضاء الحق، ص ۱۲۲ ملحقہ تسلیم و رضا)

گھر کا انتظام خود یا بیوی کے ہاتھ میں ہونا چاہیے

میں تو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں رکھنا چاہیے یا خود اپنے ہاتھ میں رکھے، دوسروں کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ بھائی بہن یا ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بیوی کی دل شکنی ہوتی ہے اس لیے، تو خیر خدا نخواستہ اپنے ہاتھ میں رکھے ورنہ رشتہ داروں میں سب سے زیادہ حقدار بیوی ہے۔ بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کو کھانا کپڑا دے دو بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ (حسن العزیز، ص ۳۴۲، ج ۱)

....☆☆☆☆....

فصل نمبر.....۴

بیویوں کو ناز کرنے کا حق ہے

ازواج مطہرات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناز کرنا

واقعہ افک میں جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم بالکل بری ہو تو حق تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کر دیں گے اور اگر واقعی تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو حق تعالیٰ سے توبہ استغفار کر لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور عرض کیا کہ میں نہیں جانتی کہ اس بات کا کیا جواب دوں اگر میں یہ کہوں کہ میں بالکل بری ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بالکل بری ہوں تو اس کو آپ لوگوں کے دل قبول نہ کریں گے اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوئی اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو اس بات کو آپ فوراً تسلیم کر لیں گے۔ میں اس وقت میں وہی بات کہتی ہوں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ (صبر بہتر ہے اللہ ہی مددگار ہے) یہ کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بستر پر لیٹ گئیں اور رونے لگیں۔

اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے آثار نمایاں ہوئے تھوڑی دیر بعد جب وحی ختم ہو چکی تو پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی اَبْشِرِیْ یَا عَائِشَةُ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللّٰهُ۔ یعنی عائشہ! خوشخبری سن لو حق تعالیٰ نے تمہاری برأت ظاہر کر دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیات پڑھ کر سنائیں جو اسی وقت نازل ہوئی تھیں۔ اس بات کو سنتے ہی سب کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

واقعہ افک میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں وحی نازل ہو چکی تو ان کے والدین نے ان سے کہا قُوْمِیْ اِلَیْهِ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کا شکریہ ادا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے فرمایا "قُوْمِیْ یَا عَائِشَةُ وَقَبِّلِیْ" یعنی عائشہ! اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

"وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَاِنِّیْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ بَرَاءَتِیْ

إلى حمدكما فقال"

بخدا میں آپ کے پاس اٹھ کر نہ جاؤں گی اور اپنے خدا کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مجھے آلودہ سمجھ لیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے بری کیا۔ واللہ میں تو کبھی اٹھ کر نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں سوائے اللہ تعالیٰ کے جس نے میری براءت نازل فرمائی۔

ظاہر میں یہ کتنا سخت لفظ ہے کہ حضور کے منہ ہی پر کہہ دیا کہ میں تو کبھی اٹھ کر نہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل ملال نہ ہوا کیونکہ ناز محبوبانہ تھا۔

اب مردوں کو سمجھنا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات کس بنا پر تھی؟ اس کا منشاء (اور سبب) وہی ناز تھا جو بیوی کی تعلق دوستی کی وجہ سے شوہر پر ہوتا ہے اور شریعت نے عورتوں کی اس قسم کی باتوں پر جو روز مرہ زندگی میں پیش آتی ہیں کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

اگر عورت کو ناز کا حق نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ضرور تنبیہ فرماتے کیونکہ ظاہر میں یہ کلمہ نہایت سخت تھا اور احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں کسی کی رعایت فرمائیں۔

چنانچہ ایک عورت نے چوری کی تھی جس کا نام فاطمہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی حکم کے موافق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لوگوں نے سفارش کرنا چاہی اور حضرت اسامہ بن زید کو سفارش کے لیے تجویز کیا کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور محبوب زادہ تھے چنانچہ انہوں نے جب ان میں سفارش کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت برہم ہوئے اور فرمایا کہ حدود شرعیہ میں سفارش کرنا پہلی امتوں کو ہلاکت میں ڈال چکا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہوتی (نعوذ باللہ) تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(ابوداؤد شریف۔ ص ۲۴۳، ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے اور نہ کر سکتے تھے تو اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول خلاف شریعت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہرگز رعایت نہ فرماتے اور ضرور تنبیہ فرماتے۔ جس سے ثابت ہو کہ ان کا یہ کہنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شکر کرنے نہیں جاؤں گی اور اپنے خدا کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی خدا اور رسول کے حکم کے خلاف نہ تھا۔

تو بیوی کا شوہر سے وہ تعلق ہے جس میں اتنی بڑی بات کو خدا اور رسول نے گوارہ کر لیا ورنہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گرفت فرماتے یا اس پر کوئی آیت ضرور نازل ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ ازواج

مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرچ زیادہ مانگا تھا۔ تنگی کے زمانے میں تو انہوں نے کبھی
درخواست بھی نہیں کی تھی کہ تنگی کے زمانے میں بعض وقت پانی بھی گھر میں نہیں ہوا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے کبھی شکایت نہیں کی۔ ہاں جب فتوحات سے سب مسلمان مالدار ہونے لگے اور تنگی
رفع ہوگئی اس وقت انھوں نے بھی اپنے لیے وسعت چاہی۔ مگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذاق
کے خلاف تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیبیوں کے لیے تو کیا وسعت پسند کرتے اپنی ذات کے لیے
بھی اس کو گوارہ نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ یہ دعا فرماتے تھے "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ
آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا" یعنی اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کا رزق بقدر قوت کر دیجئے
جس سے زندگی قائم رہ سکے۔ غرض مال کا زیادہ ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق کے خلاف
تھا۔ اس لیے ازواج مطہرات کی اس فرمائش سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ دل ہوئے اس وقت
یہ آیت نازل ہوئی۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا الآیۃ
یعنی ازواج مطہرات سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا چاہتی ہو اس صورت میں تم میرے پاس نہیں رہ
سکتیں آؤ میں تم کو متاع دنیا دے کر خوبی کے ساتھ رخصت کردوں۔ اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ
وسلم اور آخرت کی طالب ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے پاس تشریف لائے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ
وسلم آیت سنانے سے پہلے فرمایا کہ اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں مگر اس کے
جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرکے جواب دینا اس کے بعد آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ آیات ان کو سنائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ مضمون سن کر جوش ہوا اور عرض
کیا "افی ھذا استامر ابوی" کیا میں اس بات کے لیے اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی۔
میں نے اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخرت کو اختیار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے جواب سے بہت مسرور ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ!
کسی اور بی بی سے یہ نہ کہئے کہ عائشہ نے یہ جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھ
سے کسی نے پوچھا تو میں چھپاؤں گا نہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو زیادہ خرچ مانگنے سے منع فرمایا اور
ناز کی بات منع نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ناز کرنے میں اتنی برائی نہیں تھی جتنی کہ زیادہ خرچ مانگنے میں

گئی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور وہ بھی آپ کا خیال ٹھیک ہے اگر میں غصہ کی حالت میں کبھی صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں تو بھی دل سے آپ کو نہیں بھولتی۔

جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت تعلق تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سب سے زیادہ آپ کی عاشق تھیں۔ انہیں کا یہ شعر ہے:

لو احی زلیخا لو رأین جبینہ لآثرن بالقطع القلوب علی الید

(اگر زلیخا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی پیشانی دیکھ لیتی تو وہ یقیناً ہاتھوں کی بجائے اپنے دل کو کاٹ لیتی)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق زار تھیں مگر پھر بھی کبھی کبھی اینٹھ جاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے کیونکہ یہ حقیقت میں بغض نہیں تھا بلکہ ناز تھا۔

(التبلیغ ص ۴۲ اسرج ۲۶ وعظ الکبر والغضب)

☆☆☆☆☆

فصل نمبر ۔۔ ۱۰

خوشگوار پسندیدہ زندگی

میاں بیوی میں ہنسی مذاق: حضرت علی و حضرت فاطمہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہنسی کے طور پر عورتوں کی مذمت میں ایک شعر حضرت فاطمہ کے سامنے پڑھا:

"ان النساء شیاطین خلقن لنا نعوذ باللہ من شر الشیاطین"

ترجمہ: "بیشک عورتیں ہمارے لیے شیطان پیدا کی گئی ہیں۔ ہم خدا کی شیاطین کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔"

"ان النساء ریاحین خلقن لکم وکلکم یشتہی شم الریاحین"

ترجمہ: "بلاشبہ عورتیں پھول ہیں جو تمہارے لیے پیدا کی گئی ہیں اور تم میں سے ہر شخص پھولوں کی خوشبو کا خواہشمند ہوتا ہے۔" (تحفۂ ودعوت الاسلام، ص ۲۸، ج ۳۰)

لطف کیسی زندگی میں ہے؟ گھر کی جنت

بیوی کی خاطر داری کرنے (اور اس کو آرام پہنچانے میں) دنیا کی بھی تو بڑی مصلحت ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس سے زندگی لطف کے ساتھ گذرتی ہے۔ ایک دوسرے کی راحت و رنج کا شریک ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی میں موافقت اور بے تکلفی اور انشراح ہو تو پھر زندگی کا کیا (عجیب) لطف ہے۔

لطف تو اسی میں ہے کہ آدمی دن بھر کا تھکا ماندہ ہو تو گھر والوں کی باتوں سے جی خوش کرے وہ اس کو راحت دیں یہ ان کی راحت کا خیال رکھے۔

جن لوگوں کی معاشرت گھر والوں کے ساتھ عمدہ ہے وہ گویا ان کو دنیا ہی میں جنت میسر ہے۔ یہ اللہ کے بندے اللہ کی رضا میں وہ اسی لیے اپنے گھر والوں کو راحت پہنچاتے ہیں تاکہ زندگی لطف کے ساتھ گزرے۔

اور جہاں ہر وقت جوتی پیزار (لڑائی جھگڑا تکرار ہوتا رہتا ہے) ہو وہاں کوئی لطف نہیں۔ یہ بھی زندگی ہے کہ دن بھر تو کام میں تھکے ماندے شام کو گھر جا کر بھی رنج و غم کی، تھکن جائیں، مگر وہاں کل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر عاشق زار تھیں تو آپ کے کسی بھی فعل سے ان کو اذیت نہ ہوتی مگر اس پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رعایت کی کہ رات کو جب اٹھتے تو سارے کام آہستہ کیے تاکہ ان کی نیند میں خلل نہ آ سکے سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو جہاں ناگواری کا احتمال بھی نہ ہوتا وہاں بھی ایسا سوری رعایت فرماتے تھے اور ہماری یہ حالت ہے کہ رات کو اٹھے تو ادھر زور سے ذکر کرنا شروع کر دیا خصوصاً اگر انگریزی جوتے ہوں یا بات کو دھیلے لیتے ہیں تو کھڑ کھڑ کرتے ہیں مسلمانگر اس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (حقوق و فرائض، ص ۳۳۷)

بیوی کو خوش و آرام سے رکھنے میں بیناقع کمزوری ہے

یہاں پر بعض عورتیں بچیاں اور راحت سے ہیں اور تقریباً پچیس سے چالیس پینتالیس سال ان کی عمر ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کی سال دو سال کی بیاہی ہوئی ہیں دوران کو کوئی پچیس برس کی عمر زیادہ نہیں بتلا سکتا تو بیوی کو خوش و آرام رکھنے میں ایک یہ بھی بڑی حکمت ہے کہ وہ تندرست رہے گی ضعیفی (اور بڑھاپے) کا اثر جلدی نہ ہوگا اور بڑی مدت تک ان کے کام کی رہے گی مگر لوگ اپنی راحت و مصلحت کا خیال کرتے بھی تو ان کی رعایت نہیں رکھتے۔

(الافاضات الیومیہ، ص ۲۰۳، ج ۳، زہرۃ النساء)

...☆☆☆☆☆...

باب ۱۱:

عورتوں کے احسانات اور ان کی خوبیاں و قربانیاں

عورتوں کی قدر و اہمیت

مردوں نے تو یہ سمجھا ہے کہ ہم عورتوں کو کھانا کپڑا دیتے ہیں بس اسی سے سارا حق ادا ہو گیا اور اس کے بعد جو کچھ حقوق ہیں عورتوں ہی کے ذمہ ہیں ہمارے ذمہ کچھ نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تمہارے کھانے کپڑے کے عوض میں تمہاری بیویاں اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اگر تنخواہ میں کوئی نوکر رکھا جاوے تو ہرگز نہیں کر سکتی۔ جس کو شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو۔ ہم نے بعض دوستوں کو دیکھا ہے جن کی معقول تنخواہ تھی مگر بیوی نہ تھی۔ نوکروں کے ہاتھ سے خرچ ہوتا تھا تو ان کے گھر کا خرچ اس قدر بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ حد نہیں۔ نکاح ہی کے بعد گھر کا انتظام ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہ بھی اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں اور انتظام کرنے والے کی بڑی عزت و قدر کی جاتی ہے۔ دیکھئے وائسرائے ظاہر میں کچھ کام نہیں کرتا کیونکہ اس کے تحت میں اتنا بڑا عملہ کام کرنے والا ہوتا ہے کہ اس کو خود کسی کام میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس کی جو اتنی بڑی تنخواہ اور عزت ہے محض ذمہ داری اور انتظام کی وجہ سے ہے۔

یہ بیویاں گھر بھر کا سنبھالنا ہے جس کا عوض مال و دولت نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم تو شریف زادیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا بہت کام کرتی ہیں۔ خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں۔ یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما بھی بیوی کے برابر نہیں کر سکتی۔

(فتح الالتباس، ص ۱۳۴)

احساس ذمہ داری

عورتیں اس قدر کام کرتی ہیں کہ کسی وقت چین سے نہیں بیٹھتیں۔ عورت کے اعضاء کے جلد ضعیف ہونے کا سبب یہی ہے کہ ان پر ہر وقت غم اور رنج کا ہجوم رہتا ہے سینکڑوں فکریں گھیرے رہتی ہیں۔ امور خانہ (گھر) کا انتظام بیویوں کے ذمہ ڈال کر مرد صاحب بے فکر ہو جاتے ہیں۔

بیماری تھی تو بے مروتی ہے۔ اگر یہ حضرت (میاں صاحب) کو روزہ کی تکلیف کر کے دکھا دیں تو ہم اسی وقت ان کو مرد سمجھیں اور ان سب باتوں کے باوجود کمال یہ ہے کہ اپنی زبان سے (تکلیف) کو اظہار بھی نہیں کرتیں۔ کیا ٹھکانہ ہے کیا کمزوری ہے یہی سبب ہے عورتوں کے جلدی ضعیف ہو جانے کا۔ (از افاضات الیومیہ ص ۳۰۲، ج ۳)

عورتیں واقعی بڑی محسن اور ہمارے دین کی محافظ ہیں

عورتوں کا حق ایک تو اس وجہ سے ہے کہ وہ بے کس ہیں دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ ہماری دوست ہیں اور دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے پھر وہ ہمارے دین کی بھی محافظ ہیں۔ بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک تھام ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ بڑی محسن ہے۔ جو لوگ دیندار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں۔

اس لیے بیوی کی قدر کرنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دین دونوں کی معین و مددگار ہے اس کے حقوق کی رعایت بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن میں ہر ایک کے بہت زیادہ حقوق ہیں۔

خدا تعالیٰ نے یہ تعلق ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان کو راحت نہیں دے سکتا۔ بیماری میں بعض وقت سارے رشتہ دار تنگ ہو کر ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں خصوصاً اگر کسی کو دستوں کی بیماری ہو جائے۔ مگر بیوی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے۔ وہ بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچانے والی ہے یہ تو دنیا کی راحت ہے۔

اور دین کی راحت یہ ہے کہ گھر کے انتظام سے بے فکری ہو جاتی ہے جس سے قلب کو فراغ و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ تجربہ ہے کہ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام نہیں ہو سکتا۔

(التبلیغ ص ۱۴، ۲۷، خیر الاثاث)

عورتوں کی بڑی خوبی

ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ مردوں کو سالہا سال کے مجاہدوں کے بعد یہ بات نصیب ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا ہو کر رہے اور عورت اپنے خاوند کے لیے پہلے ہی دن سے جس دن شادی ہوتی ہے اسی کے لیے وقف ہو جاتی ہے۔ پھر اگر عورت کا خاوند بھی نہ ہو گا تو دوسرا ہوگا اس کی ہو رہے گی۔

(القول الجلیل)

میاں بیوی میں اختلاف کی وجہ اصل قصور عورت کا ہے

عورتوں میں عام مرض یہ ہے کہ خاوندوں (اپنے شوہروں کی) نافرمانی کرتی ہیں۔ گو بعض مرد بھی ظلم کرتے ہیں مگر بعض عورتیں ایسی ہیں کہ باوجود خاطر مدارات کے پھر بھی خاوندوں کو تنگ کرتی ہیں۔

ہندوستان کی عورتوں کی خدمت کا انکار نہیں مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ جسم کو راحت پہنچاتی ہیں اور روح کو تکلیف دیتی ہیں۔ جسمانی خدمت تو واقعی بہت کرتی ہیں۔ اس میں بے نظیر ہیں۔ اس طرح عفیفہ (پاکدامن) بھی بہت ہیں عفت کے خلاف تو شاید ان کو کبھی وسوسہ بھی نہ آتا ہوگا۔

مگر زبان ان کی ایسی ہے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا۔ پھر روٹھ بھی جاتی ہیں۔ اس سے خاوند کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کی اصلاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ زبان کو بند رکھیں۔ اس میں شروع شروع میں ذرا دشواری ہوگی مگر پھر عادت ہو کر اس مرض سے نجات ہو جائے گی۔ اصل علاج یہ ہے کہ وہ جو بعض عورتیں خاوند کو تابع بنانے کے لیے عمل (ورد شریف) چاہتی ہیں کہ آپ ہو جائیں ہم کہتے ہیں کہ وہ چپ چاپ تمہارا ہے۔ {الاقوالات، ملفوظات، ص ۳۲۲}

افراط و تفریط

عورتوں کا یہ بھی خیال ہے کہ شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور شوہر کا نام لینا گویا بالکل ناجائز ہے مگر عورتوں کا نام لینا تو بے ادبی ہے، زبان چلانا اور گستاخی کرنا بے ادبی نہیں ہے۔ شوہر سے لڑنا ان کو گالی دینا گویا ناجائز نہیں ہے۔ بعض عورتیں تو اس کی یہاں تک پابند ہیں کہ اگر قرآن میں وہ لفظ آجائے تب بھی اس کو نہیں پڑھتیں۔ اگر قرآن میں ان کے شوہر کا نام آتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض عورتیں ان کے شوہر کا ہم معنی لفظ بھی نہیں بولتیں اور شوہر کے نام کے ہم وزن الفاظ بھی نہیں بولتیں۔ نہیں معلوم کہ یہ شریعت کی باتیں ناجائز ہو کر گستاخی کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

{دین و دنیا، ص ۳۳۴}

جھگڑا ختم کرنے اور شوہر کو مہربان کرنے کی عمدہ تدبیر

کسی بزرگ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ ایک تعویذ دے دیجئے میرا خاوند مجھ کو تنگ کرتا ہے۔ انہوں نے پانی پر جھوٹ موٹ کچھ پڑھ کے دے دیا اور کہا کہ پانی بوتل میں رکھ لینا جس وقت خاوند آیا کرے تب اس میں سے تھوڑا پانی اپنے منہ میں لے کر بیٹھ جایا کرو اور وہ جب تک چلا نہ جائے منہ میں لیے رہو کرو بس وہ (شوہر) پانی پانی ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا جب سے خاوند آتا

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔

فلاں کی جگہ شوہر اور اس کے باپ کا نام اور فلانہ کی جگہ بیوی اور اس کی ماں کا نام لکھا جائے گا۔

ایک شخص نے دھوکہ سے پڑھوا کر کسی ناجائز موقع پر استعمال کیا تو اس کو بالکل اثر نہیں ہوا بلکہ بہت نقصان ہوا۔ لہٰذا سب کو چاہیے کہ ناجائز جگہ استعمال نہ کریں (ورنہ جلد وبال میں گرفتار ہوں گے)

حُبِ زوجین کے چند مفید اور آسان عملیات

شوہر کو راضی کرنے کا عمل

☆...... جس کا شوہر ناراض ہو اس آیت کو شیرینی پر پڑھ کر کھلائے ان شاء اللہ تعالیٰ مہربان ہو جائے گا۔ مگر واضح رہے کہ ناجائز جگہ میں اثر نہ ہوگا۔

☆...... بیوی کی محبت کا عمل سورہ یوسف کو لکھ کر اور تعویذ کر کے باندھے تو اس کی بیوی اس کو بہت چاہنے لگے۔

☆...... اَلطیف۔ بیوی سے جماع کے وقت (زبان سے نہیں بلکہ خیال سے) پڑھے تو اس کی بیوی اس سے محبت کرنے لگے۔ (اعمال قرآنی ص ۹۳،۵۶)

میاں بیوی میں محبت کرانے کا مجرب عمل

میاں بیوی میں باہم ملاپ (محبت کرانے کے لیے) لکھ کر دے یا دم کر کے کھلائے یا پلائے ان شاء اللہ فوراً محبت ہوگی۔

☆☆☆☆☆

باب: ۱۳

عورتوں پر ظلم و زیادتیاں اور ان کے حقوق میں کوتاہیاں

عورتوں کے حقوق میں کوتاہی

آج کل حالت یہ ہے کہ مرد تو اپنے حقوق بیوی کے ذمہ سمجھتے ہیں اور بیوی کے حقوق اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ جیسے بعض باپ اولاد پر تو اپنا حق سمجھتے ہیں مگر اولاد کے حقوق اپنے اوپر نہیں جانتے۔

اور اس میں راز یہ ہے کہ عرفاً حکومت تو زندگی ہے اور محکومیت موت ہے۔ اس لیے حاکم زندہ ہے وہ اپنے حقوق کو بھی زندہ سمجھتا ہے اور وصول کر لیتا ہے اور محکوم چونکہ مردہ ہے اس کے حقوق بھی مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ آج کل ہر محکوم کے حقوق مردہ ہیں۔ اکثر سلاطین رعایا سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور وصول بھی کر لیتے ہیں۔ مگر رعایا کے حقوق ادا نہیں کرتے اس کی راحت چین و سکون کا پورا انتظام نہیں کرتے اسی طرح سلاطین سے نیچے جو حکام ہیں وہ بھی اپنا بھلا چاہتے ہیں محکومین کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی نہیں کرتے۔ ان کے بعد باپ کی حکومت اولاد پر ہے شوہر کی بیوی پر آقا کی نوکر پر استاد کی شاگرد پر پیر کی مرید پر قریب قریب سب کی یہی حالت ہے کہ صاحب حکومت اپنے حقوق وصول کر لیتا ہے اور محکوم کے حقوق عموماً مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ہاں جو محکوم حاکم کا مقابلہ کر کے سختی کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے تو اس کو کچھ حق مل جاتا ہے۔

مثل مشہور ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ خاوند نے سمجھ لیا ہے کہ ہمارے حقوق زندہ ہیں کیونکہ ہم وصول کرنے پر قادر ہیں اور عورتیں بیچاری کچھ نہیں کر سکتیں اس لیے ان کے حقوق مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۱۳۰)

مگر شریعت میں ایسے مردہ حقوق کے ادا کرنے کی زیادہ تاکید ہے جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس حق کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ صاحب حق بھی نہیں جانتا ایسے حقوق کا مطالبہ خود حق تعالیٰ فرمائیں گے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کوئی مددگار نہ ہو خدا اس کا سب سے زیادہ

مددگار ہے چنانچہ مظلوم کی بددعا کا ورود ہونا اسی پر مبنی ہے لیکن اس کی بددعا رد نہیں ہوتی مظلوم جب بددعا کرتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں لانصرنک ولو بعد حین کہ میں ضرور تیری مدد کروں گا گو کچھ دیر ہی میں اس کا ظہور ہو۔

(منتخب از التباس مجموعہ حقوق الزوجین ص ۱۳۷)

بیوی کے نان نفقہ میں تنگی

بعض لوگ ضروری اخراجات کھانے پینے میں عورت پر تنگی کرتے ہیں کوئی چیز مانگی تو ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی کہ تم بہت فضول خرچ ہو، اس کی ضرورت تھی اس کی کیا ضرورت ہے۔

اور کسی نے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ روزانہ خرچ اتنے سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔ (مثلاً آج کل کے حساب سے پانچ دس روپے) چاہے کوئی مہمان آئے یا کوئی بیمار ہو جائے بات بات پر کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ نہ ملے گا۔

مجھے کسی عورت کا اس وصول (یار دوست ملنے والی ہے) کا یہ اصول نہیں ہے مگر بڑے شوق ہو تو خود اپنی ذات کے لیے پابندی کر کے دکھاؤ اپنے واسطے تو کوئی رقم دو آنہ یا روپیہ کی مقرر کرو اس طرح کہ اس سے زیادہ کسی حال میں خرچ نہ ہوگے۔ خواہ بیماری ہو یا شادی ہوگئی ہو یا کوئی ناگہانی آفت مثلاً کوئی مقدمہ آپ کے اوپر ہو جائے پھر دیکھیں آپ اصول کی پابندی کہاں تک کرتے ہیں سب اصول رکھے رہ جائیں گے۔ ذرا سی دیر میں سینکڑوں روپے پانی کی طرح بہ جائے گا۔ پھر غریب بیچاری بیوی کے ساتھ کیوں اصول بنا رکھے ہو۔ (التبلیغ ص ۱۴)

دوسرے حقوق میں کوتاہی

بیوی کے بہت سے حقوق ہیں بہت سے لوگ ان حقوق کو بھی تلف کرتے ہیں اور وہ حقوق یہ ہیں وسعت کے موافق ان کو کھانے پینے کو دینا اور دین کا راستہ سکھانا۔ بعض لوگ تو کھانے پینے کو نہیں دیتے یا تنگی کرتے ہیں بیوی کو چھوڑ کر کسی عورت سے تعلق ہے کسی کا جوش پر دل آگیا ہے اس پر مرتے ہیں۔ نہ یہ خبر کہ اپنی نسل خراب ہوتی ہے نہ یہ خوف کہ بدنامی ہوتی ہے۔ سب پر پردہ پڑ گیا اور ظلم پر کمر باندھ لی۔ (ارشادات حکیم الامت ص ۷۰۳ ملفوظ الظلم)

مردوں کا ظلم اور عورتوں کا صبر

بعض مرد اس طرح عورتوں کا حق ضائع کرتے ہیں کہ بے حمیت (بے حیا) اپنی کمائی سے آپ کو راحت دیتے ہیں خود کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں کو تکلیف میں رکھتے ہیں۔

کرے۔ اور مانگی وہ دعا اس قدر قریب ہوتی ہے کہ فوراً قبول ہوتی ہے۔ مظلوم کی آہ حق سبحانہ تعالیٰ بہت قبول فرماتے ہیں۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کوئی مددگار نہ ہو تو اس کا سب سے زیادہ مددگار ہے۔ مظلوم جب بددعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لانصرنک ولو بعد حین میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ گو کچھ دیر ہی میں اس کا ظہور ہو۔

(حقوق الزوجین ملحقہ اصلاح النساء ص ۱۳۷، ۲۰۴)

عورتوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے دنیا میں وبال

بیچاری بیویاں کے ساتھ بہت سی دلیل اور افسوس ناک باتیں ہوتی ہیں۔ ان سے بعض ہمیشہ کی طرح کا اس پر غصہ کرنے اور حقارت سے دیکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ کسی وبال میں مبتلا فرمادیں۔ کوئی مقدمہ قائم کرادیں۔ کسی سخت مرض میں مبتلا کردیں۔ کسی ظالم حاکم کو اس پر مسلط کردیں۔ اور ظلم کا وبال اکثر دنیا ہی میں پڑجاتا ہے۔ امم سابقہ (گزشتہ امتوں) میں تو ہاتھوں کے ہاتھ ظلم کا وبال آجاتا تھا۔ اس امت پر تو حق تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ کھلا کھلا سزا نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس میں رسوائی ہے۔ ہاں دوسری صورت (دوسری قسم کی) سزا ہوتی ہے جس کو ظاہر بین لوگ دنیا میں نہیں سمجھتے۔ بیماری کو ظلم کی سزا نہیں سمجھتے بلکہ اسباب ظاہرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ اسی ظلم کی سزا ہوتی ہے۔ خصوصاً جب کہ مظلوم بددعا بھی کردے کیونکہ مظلوم کی بددعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ (ارشادات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۳)

آخرت کا وبال

ناحق ستانے کا بڑا وبال ہے۔ ایک عورت نے ایک بلی کو ستایا تھا جب وہ مرگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عورت جہنم میں ہے اور وہ بلی اس کو نوچتی ہے جب بلی کو ستانے سے وہ عورت جہنم میں گئی تو لڑکے اور بیوی تو انسان ہیں۔ قیامت میں بدلہ لیں گے۔

(دعوات عبدیت ص ۱۱۱، ج ۹)

بیوی یا کسی کو تکلیف پہنچانے والا دوزخ میں جائے گا

اگر قصداً کسی کو خصوصاً بیوی کو ایذا پہنچائے وہ گنہگار ہے۔ اور اگر بیوی (کو) تکلیف پہنچانے کا

☆... اگر پھر بھی باز نہ آئے تو مرد صبر کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو نصیحت و نرم بات کرنا یعنی سمجھانا۔

☆... پھر اس سے الگ بستر پر سونا۔

☆... واضربوھن بمعنی ضرب غیر مبرح (یعنی پٹائی کرنا لیکن سخت نہیں بلکہ ہلکی)۔

☆... یہ بھی نافع نہ ہو تو دونوں فیصلے کے لیے تجویز کرنا ایک مرد کی جانب سے ایک عورت کی جانب سے جو دونوں کے رضامند کی بیانات (و اتفاقات) کے دفع نزاع یعنی جھگڑے کو ختم کرے۔ وھذا ھی قوله تعالی: الّتی تخافون الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

ایک حدیث پاک کا مفہوم

حدیث پاک میں ہے: استوصوا بالنساء خیرا فانما ھن عوان عندکم الخ

ترجمہ: یعنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں تم اس سے زیادہ تم کچھ ان پر اختیار نہیں رکھتے لیکن اگر وہ کوئی نافرمانی کریں تو ان کو الگ سلاؤ اگر یہ کافی نہ ہو تو ان کو مارو مگر سخت نہ مارو پھر اگر وہ مطیع ہو جائیں تو ان کو کچھ نہ کہو سن لو کہ کچھ تمہارے حقوق عورتوں پر ہے اور کچھ عورتوں کے تمہارے اوپر ہیں۔ تمہارے حقوق عورتوں پر یہ ہیں کہ تمہارے فرش (بستر) پر ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناگوار سمجھتے ہو نہ کسی کو گھر میں بلا اجازت کسی کو آنے دیں اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کو اچھی طرح کھانے پینے کو دو۔

(حقوق الزوجین ص ۲۴۸ تسہیل ص ۱۳ اصلاحی)

سزا دینے اور سختی کرنے کے طریقے اور اس کے حدود

سزا اور تادیب کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی اجازت ہے اور الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ کے قاعدے سے اتنی تادیب (تنبیہ) کی اجازت ہو سکتی ہے جو ترتیب وار عوارض میں متعین ہو (شریعت میں ایسی سزا دینے کو تعزیر کہتے ہیں) اس کے طریقے مختلف ہیں۔

(۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) ترک التفات کرنا

(۶) محبوس کر دینا (۷) مالی سزا دینا کی تادیب (سزا دینے) کی اجازت ہو سکتی ہے جو ترتیب

والوں کو چھوڑا) اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے۔ جو کچھ ہے اس کے لیے شوہر کا دم ہے۔ اگر خاندان کی عورت کا شوہر ہوگا تو اس بے چاری کو کون ہوگا۔ بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور جو کچھ ان سے بدتمیزی یا بے ادبی ہو جائے اس کو ناز سمجھا جائے۔ کیوں کہ ان کی عقل کم ہے، تمیز نہیں ہے۔ ان کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اس لیے گفتگو میں اکثر ایسا ہو جاتا ہے جس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے مگر اس کی حقیقت ناز ہے آخر وہ تمہارے سوا کس پر ناز کرنے جائیں۔ دنیا میں ایک تم ہی ان کے خریدار ہو۔ اگر عورتوں کی جہالت و بدتمیزی سے دل دکھتا ہے، کلفت بہت ہوتی ہے تو اس کا علاج بھی تو ممکن ہے۔ ان کو دین کی کتابیں پڑھاؤ، اس سے انہیں سلیقہ اور تمیز بھی بقدر ضرورت آ جاتی ہے۔ کیونکہ دین کی تعلیم سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں۔ خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔ شوہر کے حقوق پر اطلاع ہوتی ہے۔ اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اسے درگزر کرنا چاہیے۔ اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں۔ مزاج میں تحمل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تحمل سے دین کا بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اثر رکھتا ہے۔

(حقوق البیت: ص ۳۵، ۳۶، التبلیغ ص ۷۰ ج ۷، حقوق الخلیل ص ۷، ملتقطاً)

ایسا گُر جس سے میاں بیوی میں کبھی لڑائی نہ ہو

حضرت لقمان رحمہ اللہ جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں، ایک باغ میں نوکری کرتے تھے۔ باغ کا مالک آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا۔ یہ سب تکلف مزے لے کر کھاتے رہے۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ ککڑی نہایت لذیذ ہے، ایک قاش (یعنی ایک ٹکڑا) اپنے منہ میں رکھی تو وہ کڑوی زہر تھی، فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا۔ پھر کہا: اے لقمان! تم اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ تو کڑوی زہر ہے۔ کہا جی ہاں کڑوی تو ہے۔ کہا کہ پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے؟ کہا کہ میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔ یہ بہت اصول ہے کہ اگر اس کو میاں بیوی دونوں برتیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی بدمزگی نہ پیش آئے۔ بیوی یاد کرے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے میرے ناز اٹھائے ہیں ایک دفعہ سختی کی تو کوئی بات نہیں اور خاوند خیال کرے کہ بیوی ہزاروں قسم کی میری خدمتیں کرتی ہے۔ ایک بات طبیعت کے خلاف ہی سہی حق تعالیٰ نے بھی یہ مضمون قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ جو اگلے باب کے شروع میں آ رہا ہے۔ (التبلیغ: ص ۱۲۸، ج ۷)

کہہ دینا کہ حضرت وہ اچھی طرح ہیں۔

ایک کوئی آغا سرحدی خادم تھے ان کو حسب معمول بیوی صاحبہ کی مزاج پرسی کے لیے بھیجا گیا۔ یہ سرحدی پٹھان تھے ان کو غصہ آ گیا اور حضرت سے آکر عرض کیا کہ وہ تو آپ کو بہت برا بھلا کہتی ہیں۔ پھر آپ ان کی اتنی خاطر کیوں کرتے ہیں۔

فرمایا بھائی ان کی باتوں کا برا نہ مانو تمہاری تو وہ بزرگ ہیں اور میں اس لیے ان کی خاطر کرتا ہوں کہ وہ میری بڑی محسن ہیں مجھ میں یہ سب کمالات انہی کی بدولت یعنی ان کی بدتمیزی پر صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں اللہ اکبر اتنے نازک مزاج کو بیوی کی بدتمیزیوں سے کتنی ایذاء ہوتی ہوگی مگر کمال یہ کہ پھر بھی صبر کرتے رہے۔ اہل اللہ نے تو دشمنوں کا بھی دل تنگ نہیں کیا۔ افسوس ہم سے دوستوں کی ایذاء (تکلیف) بھی برداشت نہیں کی جاتی جن میں بیوی سب سے زیادہ دوست ہے۔ اس کی ایذاء کا بھی ہم سے تحمل نہیں ہوتا۔ اگر ثواب حاصل کرنے کے لیے تحمل نہیں کرتے تو یہی سمجھ کر تحمل کر لو کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا۔ اس سے اس کا کفارہ ہو رہا ہے۔

(حقوق البیت، ص ۴۲)

بداخلاق و بدشکل بدمزاج بیوی پر صبر کرنے کی تدبیر

کبھی سمجھو کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا اس کا کفارہ اس طرح ہو رہا ہے جیسے لکھنؤ میں ایک مرد و عورت کی میں نے حکایت سنی ہے کہ مرد تو بہت ہی بزرگ تھے اور بیوی بہت بدمزاج تھیں۔ ایک دن انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو بڑی بخت ہے کہ تجھے میرے پاس رہتے ہوئے اتنا زمانہ گزر گیا اور اب تک تیری اصلاح نہیں ہوئی تو بیوی نے کہا میں بخت کیوں ہوتی مجھ سے زیادہ تو کوئی بھی سعادت مند ہوگی کہ مجھے تم جیسا شریف مرد ملا۔ بخت تو تم ہو کہ تم کو ایسی عورت ملی۔

حکایت: اسی طرح کتابوں میں ایک مرد کی حکایت لکھی ہے کہ مرد تو نہایت حسین تھا اور عورت نہایت بدصورت۔ اور اس کے ساتھ وہ بدمزاج بھی تھی آج کل ایسا مرد ہو تو ایک ہی دن میں طلاق دے کر الگ ہو جائے مگر وہ اللہ کا بندہ سب باتوں پر صبر کرتا تھا کسی نے اس سے کہا کہ تم اس بیوی کو طلاق کیوں نہیں دے دیتے؟ کہا نہیں میں طلاق کیوں دوں اصل بات یہ ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا تھا خدا نے اس کی سزا میں مجھے ایسی بیوی دے دی اور اس سے کوئی نیک کام ہو گیا ہوگا اس کے صلہ میں خدا نے اس کو مجھ جیسا حسین مرد دیا تو میں اس کا ثواب ہوں اور یہ میرا عذاب ہے پھر طلاق کی کیا وجہ؟ تو بزرگوں نے اپنے رنجوں کو یوں سمجھا لیا ہے اور کبھی عورتوں کی بے عقلی سے (اور بداخلاقی و بدصورتی کی وجہ سے) ان کو اپنے سے الگ نہیں کیا اور ہمیشہ تحمل فرماتے رہے تو

اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اس سے درگزر کرنا چاہیے۔ اس تحمل سے دین کا بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔ (حقوق البیت، ص ۴۳)

کالی کلوٹی بدصورت بیوی پر صبر کرنے کی تدبیر

اچھی عورت کی طرف میلان ہونے کا علاج حدیث میں مشغول بالاہل آیا ہے (یعنی خوبصورت) اچھی عورت کی طرف طبیعت مائل ہو تو اپنی بیوی سے جا کر مشغول ہو جائے۔ اس حدیث میں بطور حکمت ارشاد ہوا ہے۔ "فان الذی معہا مثل الذی معہا" (یعنی جو شے اس عورت کے پاس ہے وہ اس کے پاس بھی ہے)۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کی عجیب شرح فرمائی تھی۔ ان حضرت سے یہ علوم معلوم ہوتے تھے فرماتے تھے کہ اشیاء متناولہ (جو چیزیں استعمال کی جاتی ہیں) ان کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ ان سے صرف رفع حاجت (یعنی ضرورت پوری کرنا) مقصود ہو لذت مقصود نہیں۔ مثلاً پیشاب کرنا۔

دوسرے وہ چیزیں جن میں صرف لذت مقصود ہے مثلاً پیاس نہ ہونے کی صورت میں نہایت عمدہ خوشبودار شربت پینا جیسا کہ جنت میں ہوگا۔ وہاں صرف لذت مقصود ہے۔ تیسرے وہ جن میں دونوں سے ترکیب ہے یعنی لذت اور رفع حاجت دونوں مقصود ہیں اور ان کی پھر دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ رفع حاجت غالب ہو جیسے طعام (یعنی کھانا کھانے میں) رفع حاجت غالب ہے گو لذت بھی مقصود ہوتی ہے۔ اسی واسطے دستر خوان کا عمدہ ہونا اور برتن کا صاف ہونا بھی مطلوب ہوتا ہے۔ مگر ضروری نہیں۔ اور دوسری صورت یہ کہ لذت غالب ہو جیسے جماع کرنے میں رفع حاجت بھی یعنی رفع فضلات منویہ وغیرہ (فاسد مادہ کا اخراج) لیکن زیادہ مقصود اس میں لذت ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ گو جماع میں زیادہ تر شخص کو لذت مقصود ہوتی ہے مگر تم دوسرا امر اختیار کرو یعنی رفع حاجت مقصود ہے اور اسی میں راحت ہے اور جب مقصود رفع حاجت ہے تو اس میں پری اور چڑیل (اچھی بری) عورتیں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ لذت مقصود ہوتی ہے۔ اس واسطے ساری دنیا کی عورتیں بھی اگر اس کو میسر ہو جائیں اور ایک باقی رہ جائے تو اس کو یہی خیال رہے گا کہ شاید اسی میں وہ بات ہو جو ان میں نہ تھی اس واسطے ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے۔ بخلاف اس شخص کے جو رفع حاجت کو زیادہ مقصود سمجھے گا وہ بہت مطمئن ہوگا اور اپنے حق پر رہے گا۔

(الکلام الحسن ص ۱۴۰)

بداخلاق عورتوں پر صبر کرنے کی تدبیر

ایک بزرگ تھے ان کی بیوی بہت بدمزاج تھی یہاں تک کہ لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ بیوی ان کو بہت دق (پریشان) کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی بیوی کو طلاق دے دینا چاہیے۔ فرمایا طلاق تو میرے اختیار میں ہے مگر یہ بھی تو سوچو کہ اگر اس نے کسی اور سے نکاح نہ کیا تو یہ تکلیف اٹھائے گی (اس کی تو زندگی برباد ہو جائے گی) اور اگر کسی اور سے نکاح کیا تو اس مسلمان کو تکلیف پہنچے گی۔ جو اس سے نکاح کرے گا۔ اس سے اچھا یہ ہے کہ میں ہی تکلیف اٹھا لوں اور مسلمانوں کا وقایہ (حفاظت کا ذریعہ) بنا رہوں کہ جب تک میں موجود ہوں کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف کیوں پہنچے۔ (التبلیغ ص۱۰ ج۷)

نافرمان اور بدخلقی کرنے والی بیوی پر صبر کرنے کی تدبیر

یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے کوتاہی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہیے کہ اس کی غلطی سے درگذر کریں۔ ورنہ اگر حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ (ملفوظات: ص۶)

یہ بھی سوچنے کی بات ہے ہم خدا تعالیٰ کے محکوم ہیں وہ ہماری کیا کیا اور کتنی رعایت کرتے ہیں وہ کونسی بدتمیزی ہے جو بندے خدا تعالیٰ کے ساتھ نہیں کرتے مگر دیکھئے اس کے مقابلہ میں حق تعالیٰ کا معاملہ بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ رزق برابر دیتے ہیں کوئی عذاب نازل نہیں فرماتے۔

اور یہ بھی سوچیں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب میرے محکوم ہیں۔ میرے سوا ان کا کون ہوسکتا ہے اور جو کچھ بدتمیزیاں (نافرمانیاں) کرتے ہیں اپنی حماقت سے کرتے ہیں اس واسطے اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر طرح رعایت فرماتے ہیں۔ یہی معاملہ ہم کو بھی اپنے محکومین کے ساتھ کرنا چاہیے۔

عورت کے اولاد نہ ہونے سے یا صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہونے سے غصہ و ناراضگی

صبر و تسلی کا مضمون

مرد کو اتنا سخت مزاج نہ ہونا چاہیے کہ عورت کی ذرا سی بدتمیزی پر غصہ کیا کرے۔ بعض دفعہ تو مرد کی سختی اور تند مزاجی کی وجوہات ایسی ہوتی ہیں جن میں عورت کے کچھ اختیار کو بھی دخل ہے اور

بھی غیر اختیاری ہوتا ہے اس پر بھی غصہ کیا جاتا ہے۔ یہ تو نہایت سخت غلطی ہے۔

مثلاً بعض لوگ بیوی سے کہتے ہیں کہ کمبخت تیرے کبھی اولاد ہی نہیں ہوتی۔ تو اس میں وہ بیچاری کیا کرے۔ اولاد کا ہونا کسی کے اختیار میں تھوڑی ہے۔ بعض بادشاہ و شہزادوں کے اولاد نہیں ہوتی حالانکہ وہ ہر قسم کی مقوی غذائیں اور کھل (پھل والی) دوائیں بھی استعمال کرتے ہیں مگر پھر بھی خاک نہیں ہوتا۔ یہ تو محض خدا تعالیٰ کے قبضہ و اختیارات کی بات ہے اس میں عورتوں کا کیا قصور (بلکہ طبی رو سے پوچھو تو شاید وہ آپ کا ہی قصور نکلے۔)

صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہونے پر ناراضگی اور غصہ

بعض مردوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بیوی سے اس بات پر خفا ہوتے ہیں کہ کمبخت تیرے تو لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ سو اول تو اس میں اس بیچاری کی کیا خطا ہے دوسرے یہ ناگواری کی بات بھی نہیں۔

حضرات! آپ کو خوب یاد ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا (جس کا قصہ قرآن پاک میں سورۂ کہف میں مذکور ہے) اس لیے کہ یہ اس کے والدین کے لیے مصیبت بھی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے ان کے والدین کو ایک لڑکی دی تھی جس کی اولاد میں انبیاء ہوئے۔ تو جناب اگر آپ کو لڑکا ہوتا اور وہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ وہ لڑکا تھا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا تو آپ کیا کر لیتے۔ خدا کی بڑی مصلحت ہے کہ اس نے آپ کو لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں۔ کیونکہ عموماً لڑکیاں خاندان کو جوڑ کر رکھتی ہیں اور والدین کی اطاعت بھی خوب کیا کرتی ہیں اور لڑکے تو آج کل بیشتر خود سر (آزاد) ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ ان کے ہونے سے تو نہ ہونا ہی اچھا تھا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ بچہ ہی نہ دے نہ لڑکی نہ لڑکا اس کے لیے یہی مصلحت ہے۔ کیونکہ وہ بندوں کی مصلحتوں کو ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ دیکھئے آج ایک شخص بے فکری سے دین کے کام میں لگا ہوا ہے کیونکہ اس کے کوئی دھندا نہیں۔ اب اگر اس کے اولاد ہو جائے تو پھر دیکھئے کہاں وقت ہے بے فکری۔ یہ ہزاروں جھگڑے اولاد کے ساتھ ہیں۔ ہر وقت فکر لگی ہوئی ہے۔ آج کسی کے کان میں درد ہے کسی کے پیٹ میں درد ہے۔ کوئی گر پڑا کوئی گم ہو گیا ہے۔ غرض ماں باپ پریشان ہیں لو حق نے ہم کو اس لیے اولاد نہیں دی ہے وہ آپ کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔

یہ لوگ بچوں کے ساتھ قسم قسم کے رنج و افکار جھیلتے ہیں اور جب وہ بیاہے ہوتے تو اگر صالح ہوئے تو خیر اور آج کل اس کی بہت کمی ہے۔ ورنہ پھر جیسا ہوتا ہے سب کو معلوم ہے۔

اور شرط لگانے کے بعد بھی طلاق دینا اس کے اختیار میں ہے۔ تو جس کے اختیار سے خارج ہے سو تین طلاق دینے سے باہر ہو گیا ہے۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۹۲)

تین (۳) طلاق کے بعد بیوی اجنبیہ کی طرح ہوتی ہے

اس کے ساتھ رہنا اور اس کو رکھنا جائز نہیں

لوگ غصہ کے جوش میں مغلوب ہو کر طلاق دے تو دیتے ہیں پھر شرمندگی سے بچنے کے لیے اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اکثر تین طلاق ہو جانے کے باوجود اس کو پھر اپنے گھر بیوی بنا کر رکھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چھوڑنے میں ذلت اور بدنامی ہے۔ افسوس ہے کہ بدکاری میں ذلت و بدنامی نہیں سمجھتے حالانکہ اس میں طلاق سے زیادہ ذلت و بدنامی ہے دنیا میں بھی اور آخرت کی رسوائی و سزا کا تو پوچھنا ہی کیا کہ کس قدر ہوگی پھر ان میں جو بددین اور بے باک ہیں ان کو تو حرام و حلال کی کچھ پروا نہیں کھلم کھلا زناکاری کرتے ہیں اور اگر عورت بھی ایسی ہوئی جب تو خوشی سے حرام کاری کا کارخانہ قائم ہوتا ہے اور حرام کی اولاد ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر عورت خدا سے ڈرنے والی ہوئی اور اس نے کچھ عذر کیا تو اس پر ظلم کیا جاتا ہے اور دوہرے گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے زنا بھی اور ظلم بھی۔

شرعاً عورت پر واجب ہے کہ جس قدر ہو سکے اس سے بچے اور جب تک جان کا اندیشہ نہ ہو اس سے موافقت نہ کرے۔ (اور اس کو قابو نہ دے)

جو لوگ ذرا دین کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کچھ تدبیریں سوچتے ہیں خواہ چلیں یا نہ چلیں مثلاً کسی جدید مجتہد سے سن لیا کہ ایک دم سے تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے جس میں رجعت یا تجدید نکاح بغیر حلالہ کے جائز ہے بس اس قول کو لے لیا اور کہتے ہیں کہ آخر وہ بھی تو عالم ہیں ان کے قول پر بھی عمل جائز ہے۔ حالانکہ اپنے مقام پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ قول بالکل صحیح نہیں اور نہ اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (ردالمحتار، ص ۸۸۹، ج ۲)

یہ تو دینداروں کا حال ہے اور جہلاء جہالت کی باتیں نکال کر اپنی تسلی کرتے ہیں کہ صاحب طلاق دیتے وقت نیت تھوڑی تھی۔ حالانکہ طلاق صریح میں نیت شرط ہی نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب ایسے ہی غصہ میں نکل گیا تھا خوشی سے تھوڑی کہا تھا حالانکہ طلاق کا وقوع غصہ ہی میں ہوتا ہے۔ (یعنی لوگ غصہ ہی کی وجہ سے تو طلاق دیتے ہیں خوشی میں کون دیتا ہے)۔

(اصلاح انقلاب، ص ۱۹۱، ج ۲)

الجواب: اگر اپنے پاس اس عورت کے صحبت نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو طلاق دے دیں۔

(امداد الفتاوی ج ۲ ص ۴۲۶)

طلاق وعدت کے چند ضروری مسائل

(۱) طلاق تین طرح پر ہوتی ہے۔ رجعی، بائن، مغلظہ۔

رجعی میں عدت کے اندر اگر شوہر نے رجعت کر لیا تو نکاح باقی رہے گا دوسرے سے نکاح جائز نہیں۔ اگر عدت کے اندر رجعت نہیں کی تو نکاح جاتا رہے گا۔ عدت کے بعد اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے۔ اور مغلظہ میں رجوع جائز نہیں مگر عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں البتہ عدت کے بعد جائز ہے۔

(۲) ... عدت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بیوی شوہر کے پاس نہیں گئی اور شوہر نے طلاق دے دی تو عدت بالکل واجب نہیں اور اگر شوہر کے پاس گئی ہے تو اگر اس کو ابھی حیض نہیں شروع ہوا یا عمر زیادہ ہونے سے حیض بند ہو گیا اور اس کو طلاق دے دی گئی ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر اس کو حیض آتا ہے تو تین حیض ہے اور اگر اس کو حمل ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہو جانے اور اگر شوہر مر گیا ہے تو اس وقت سب کی عدت چار ماہ دس دن ہے مگر حمل والی کی عدت یہاں بھی بچہ پیدا ہو جانا ہے۔

غرض جس عورت کی جو عدت ہو اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہے جو عورت کافر مسلمان ہو جائے اور اس کا خاوند مسلمان نہ ہو تو اس کا حکم مثل طلاق کے ہے اس کی بھی عدت واجب ہے جب تک تین حیض اس وقت سے نہ آجائیں یا اگر حمل والی ہو تو جب تک بچہ نہ پیدا ہو جائے کسی شخص سے اس کا نکاح جائز نہیں اس سے اکثر لوگ احتیاط نہیں کرتے۔

(اصلاح الرسوم ص ۹۷)

... ☆☆☆☆☆ ...

باب: ۱۷

فسخ وتفریق

فسخ نکاح کے لیے بعض صورتوں میں قاضی شرعی کی ضرورت

بہت سے مسائل میں شرعاً حاکم مسلم کا فیصلہ شرط ہے جس کو قضاء قاضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (وہ صورتیں یہ ہیں) زوجۂ عنین (یعنی نامرد شوہر کی بیوی) (۲) زوجۂ مجنون (یعنی پاگل کی بیوی) (۳) زوجۂ مفقود (یعنی لاپتہ شوہر کی بیوی) (۴) زوجۂ حاضر متعنت (یعنی ایسے شخص کی بیوی جس کا شوہر نفقہ و حقوق زوجیت کی ادائیگی نہ کرتا ہو) زوجۂ غائب غیر مفقود (یعنی ایسے غائب شخص کی بیوی جس کا پتہ معلوم ہے لیکن نہ تو وہ آتا ہے نہ نفقہ دیتا ہے۔ (ان سب) کے تمام مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے۔ یعنی عورت یا اس کے اولیاء طلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ کسی مسلم حاکم کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق شرعی (شہادت وغیرہ کے ذریعہ) کر کے جب حکم دے۔ اس کے بغیر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں بھی فسخ و تفریق نہیں ہو سکتی۔

(الحیلۃ الناجزۃ ص ۱۴)

موجودہ حالت میں فسخ نکاح کے لیے دستور العمل

ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عام طور پر قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لیے ان مسائل کے بیان کرنے سے پہلے ایسی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو ہندوستان میں میسر ہو سکتی ہیں۔ (۱) ہندوستان کی جن ریاستوں میں شرعی قاضی موجود ہیں وہاں تو معاملہ کھلا ہے۔ (۲) اور خود مختار علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں ان میں وہ حکام جج مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں، اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لما فی الدر المختار و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل و الجائر ولو کافرا۔ لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے، اس کے حکم سے فسخ نکاح وغیرہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم۔ ہاں اگر کسی مقدمہ میں غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے تو بعض صورتوں میں بھی فیصلہ نافذ ہوگا۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۴۴)

ناجائز بے صبری کا گناہ دونوں کو رہا۔ اس لیے اس کی کوشش تو بہت زیادہ ضروری ہے۔ حلال و حرام کا قصہ ہے جو بہت نازک ہے اور اس کی ضرورت تمام قوم کے لیے عام ہے اس لیے اس کا اہتمام بہت زیادہ موجب ثواب ہوگا اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اہل قلم اس کی متعلقہ (ضرورتوں) کو ظاہر کریں اور پھر درخواست لکھ کر اس پر کثرت سے دستخط کرا کر پیش کریں اور حکومت سے منظور کرائیں۔ امید ہے کہ گورنمنٹ ضرور اس پر توجہ کرے گی۔

(امداد الفتاویٰ، ص ۴۲۵، ج ۲)

آج کل فسخ نکاح کی صورت اور اس کا طریقہ

آج کل اس کی صورت یہ ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو کسی مسلمان حاکم کے یہاں جس کو یہ اختیارات حاصل ہوں نالش کر دو۔ اگرچہ وہ کافر کا مقرر کیا ہوا ہو۔

اگر کسی کو ایسے اختیارات نہیں دیے گئے تو حاکم بالا سے رجوع کرو کہ اس کو اختیار دے دیں۔ خواہ اسی ایک مقدمہ کے واسطے پھر اگر وہ فسخ نکاح کر دے گا تو فسخ ہو جائے گا اور ان صورتوں میں قاضی کا فسخ کر دینا کافی ہے۔

غرض حاکم کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ ہوگا محض باپ کے کہہ دینے سے کہ میں راضی نہیں ہوں فسخ نہ ہوگا۔ (مفصل المنیر ملحقہ حقوق الزوجین، ص ۳۹۰)

سوال۔ جن مسائل میں قاضی کی ضرورت ہے ان میں انگریزی عدالت کا حکم و فیصلہ وہی حکم رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اگر صاحب اجلاس مسلم ہو وہ شرعاً قاضی ہے۔

(امداد الفتاویٰ، ص ۲۳۳، ج ۲)

.....☆☆☆☆☆.....

سب شرطیں مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور ان کے نزدیک قاضی وغیرہ کے لیے عادل ہونا شرط ہے اس لیے غیر عادل کا حکم نافذ نہ ہوگا۔

اور حنفیہ کے نزدیک گو قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں لیکن غیر عادل سے فیصلہ کرانا حرام ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایت کا رکن بنایا جائز نہیں۔ غرض پنچایت کا دیندار ہونا ضروری ہے۔ (الحیلۃ الناجزہ)

عوام کی شرعی پنچایت کا اعتبار نہیں

تنبیہ: اگر فیصلہ پنچایت کے سپرد کیا جائے تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں نہ معلوم کہاں کہاں قواعد شرعیہ کے خلاف کر بیٹھیں۔ اس لیے اولاً تو یہ چاہیے کہ پنچایت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر میسر نہ ہوں تو کم از کم ایک عالم معاملہ شناس کو پنچایت میں اس طرح شریک کرلیں کہ اول سے آخر تک جو کچھ کارروائی کریں ان سے پوچھ کر کریں۔ اگر عالم میسر نہ ہوں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر اس پنچایت کا فیصلہ نافذ و معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ معاملہ کی مکمل روداد لکھا کر ہر ہر جزئی کے حکم کو معاملہ فہم علماء محققین سے دریافت کرکے ان کے فتویٰ کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے حکم کردیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا۔ اگرچہ اتفاقاً حکم صحیح بھی ہوگیا ہو جیسا کہ فقہاء مالکیہ نے اس کی تصریح فرمائی۔

(شرح الدردیر ص ۱۳۸۶ الحیلۃ الناجزہ)

اگر باا ثر اور دیندار ارکان میسر نہ ہوں

اور اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے باا ثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کرلی جائے کہ وہ باا ثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دے دیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور باا ثر اشخاص کی شرکت کی ضرورت نہیں، مگر ان کے اثر سے کام میں سہولت ہوتی ہے۔ اس طرح کام بھی بن جائے گا اور ان باا ثر اشخاص کو ثواب بھی ملے گا۔ (الحیلۃ الناجزہ)

شرعی پنچایت کے فیصلہ کا حکم

تنبیہ سوم: یہ شرعی پنچایت جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں متفق ہو کر تفریق کردے۔ تو اس کا حکم قاضی کے قائم مقام ہوگا اور تفریق وغیرہ صحیح ہوجائے گی اور اگر بجز خدا نخواستہ کسی واقعہ کے متعلق پنچایت کے ارکان میں اختلاف رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہوسکے گی اور اگر

بعض نے فیصلہ نہ ہو یا تو کالعدم متصور ہوگا۔ (یعنی اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے)

جماعت المسلمین کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو۔ کثرت رائے کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس (کثرت رائے) کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں اور بغیر دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔ (الحیلۃ الناجزۃ)

شرعی پنچایت کے فیصلہ پر عورت کو حق اعتراض

البتہ عورت کو نظر ثانی کی درخواست کا حق ہوگا۔ پھر نظر ثانی میں اس پنچایت کے ارکان کو اگر کوئی وجہ قوی عورت کے مطالبہ کی مؤید ظاہر ہو (یعنی ارکان کے نزدیک عورت کے مطالبہ کی قوی وجہ سمجھ میں آتی ہو) اور ارکان پنچایت سب تفریق پر متفق ہو کر تفریق کر دیں تو یہ تفریق نافذ ہو جائے گی اور اگر مقدمہ کی روداد بالکل وہی ہے کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو تفریق نہ کی جائے۔

(الحیلۃ الناجزۃ ص ۵۲)

متعنت شخص کی بیوی کا حکم

متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت رکھنے کے باوجود بیوی کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہ کرے۔ اس کا حکم بھی ضرورت شدیدہ کے وقت مظلوم مستورات کی رہائی کے لیے مالکیہ مذہب سے لیا گیا ہے۔ زوجہ متعنت (ایسے شخص کی بیوی کو) اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے نزدیک زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے۔

اور تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت المسلمین (شرعی پنچایت) کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو (جماعت المسلمین) طلاق واقع کر دے اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی ضرورت نہیں۔

اور عدت کے اندر اندر (شوہر کے) متعنت سے باز آجانے کی صورت میں عورت کو اس کے نکاح میں رہنا پڑے گا۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری

نہیں مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جائے تو بہتر ہے اور اگر عدت بھی گزر چکی تو اب اس کا کوئی اختیار بیوی پر نہیں رہتا۔ البتہ راضی طرفین (دونوں کی رضامندی سے) دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ (حلالہ کی ضرورت نہیں)۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۸۲)

مرد کے نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے تفریق کا مطالبہ درست نہیں

بعض عورتوں کی طرف سے ایک کوتاہی یہ ہوئی ہے کہ جہاں ذرا نفقہ کی تنگی ہوئی انہوں نے تفریق کی درخواست شروع کی۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ سخت تنگی کی حالت میں گو بعض ائمہ کے نزدیک قاضی کو تفریق کرنا جائز ہے لیکن اولاً تو یہاں شرعی قاضی نہیں اور بغیر شرعی قاضی کے کسی کے نزدیک بھی تفریق صحیح نہیں۔

دوسرے ہمارے مذہب حنفی میں خود قاضی کے ہوتے ہوئے بھی اس وجہ سے (یعنی مرد کے نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے) تفریق جائز نہیں۔ بلکہ قاضی عورت کو حکم دے گا کہ قرض لے کر خرچ کرتی رہے اور وہ قرض شوہر کے ذمہ ہوگا۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۷۳ ج ۲)

زوجہ غائب جو اپنی بیوی کو نہ بلاتا ہو نہ نفقہ دیتا ہو اس کا حکم

سوال: جو شخص غائب ہو جائے اور اس کا پتہ معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت اور پریشان ہے تو کیا اس عورت کے لیے کوئی حیلہ ہے کہ اس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

الجواب: اس عورت کی رہائی کی صورت یہ ہے کہ خاوند کو طلاق پر راضی کیا جائے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کر کے رہائی حاصل کرے۔

وہ صورت یہ ہے کہ عورت قاضی کے پاس (یا اس کے قائم مقام) کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے لیے نفقہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا۔ غرض نفقہ کا وجوب بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی (ثابت کرے) کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے۔ اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی شخص اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو خیر (ٹھیک ہے) ورنہ قاضی اس شخص کے